بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاسبانی تراشے
ماہ
جنوری 2019

ہم اس چمن کے مالی یہ گلستاں ہمارا
ہم پاسباں ہیں اس کے یہ پاسباں ہمارا
(عبید اللہ طاہر اعظمی)

پاسبانی تراشے

جمع و ترتیب

مسعود اعجازی اورنگ آبادی ممبر آف پاسبان علم وادب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتابچہ	:	پاسبانی، تراشے
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	:	بیاسی (82)
اشاعت	:	جنوری/2019/ سنہ عیسوی
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	(+91) 7387127358

فہرست مضامین

مناجات

بقلم :- مولانا فیضان احمد اعظمی صاحب

سفینہ یا الٰہی قوم کا منجدھار میں اب ہے
نہیں کوئی قیادت کے یہاں کردار میں اب ہے
نہ ہی حرکت کوئی کشتی کے بھی پتوار میں اب ہے
رحم فرما دعا میری ترے دربار میں اب ہے

نہیں جن کو ہرا سکتی تھی سرکش موج دریا کی
نہیں پروا کبھی کرتی تھی جن کی فوج دریا کی
نہیں آڑے کبھی آتی تھی سطح اوج دریا کی
نہیں جذبہ کہیں مؤمن کی وہ رفتار میں اب ہے

اداسی ہر طرف چھائی بہاروں میں بھی رہتی ہے
نہیں اب روشنی جیسے چراغوں میں بھی رہتی ہے
نہ ہی للکار مؤمن کی صداؤں میں بھی رہتی ہے
خزاں آنے کو جیسے اپنے لالہ زار میں اب ہے

جفاکش قوم تھی جو کچھ بھی پڑتا تھا وہ سہتی تھی
کمندیں ڈالنے کی آسماں پہ فکر رہتی تھی
شجاعت دیکھ کر جن کو یہ دنیا دیو کہتی تھی
نہیں پرواز کی رفعت کہیں افکار میں اب ہے

الہی مؤمنوں کے دل کو آپس میں تو نرما دے
دگرگوں ہوگئی حالت کرم ربا تو فرما دے
بدل دے قوم کی قسمت لہو مومن کا گرما دے
زبوں حالی کا شکوہ رب ترے دربار میں اب ہے

مرے اللہ غفلت سے ہمیں بیدار پھر کردے
مئے توحید سے ہر فرد کو سرشار پھر کر دے
کوئی مالی ہو ایسا جو چمن گلزار پھر کر دے
یہی بس التجا میری ترے دربار میں اب ہے

نعت

بقلم :- مولانا فیضان احمد اعظمی صاحب

ذکر نبی ہی چھیڑو دل کو سکوں ملے گا
ہونٹوں پہ گل سبھی کے خوشیوں کا پھر کھلے گا

ہونگے نبی رحمت امید بس ہماری
اعمال کا رجسٹر محشر میں جب کھلے گا

پیارے نبی شفاعت جس شخص کی کرینگے
اعمال نیک وبد پھر اس کا نہیں تلے گا

محبوب کبریا ہیں سر دار انبیا ہیں
افضل کہاں سے کوئی اس سے مقام لے گا

بھیجو درود ان پر پاؤگے جام کوثر
محروم رہ گیا جو بس ہاتھ پھر ملے گا

یہ مہر دین احمد روشن یوں ہی رہنے گا
آجائے گی قیامت جب مہر دیں ڈھلے گا

یارب نصیب ہمکو ہو جائے بس شفاعت
جس دن حساب کے بن کوئی نہیں ہلے گا

حرف چند

بقلم :- مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

دوستو ! حسب سابق پیش خدمت ہے ماہانہ علمی پاسبانی دسترخوان کا تیسرا سلسلہ

پاسانی دسترخوان کا نام بدل کر پاسبانی تراشے رکھدیا گیا ہے

دوستو ! ہم نے کوشش کی ہے اس رسالہ کو خوب سے خوب تر بنانے کی۔ مزید ترقی کے لئے آپ کے مشوروں کا انتظار رہے گا

دوستو ! آپ کی دعاؤں اور مفید مشوروں سے ہمیں حوصلہ ملتا ہے۔

جن احباب نے مبارک باد دی ، دعاؤں، مشوروں، سے نوازا تھا، انکا بہت بہت شکریہ

رسالہ ھذا کے متعلق قارئین کے تبصروں کو اس ماہ کے رسالہ میں شامل کرلیا گیا ہے

آئندہ امید ہیکہ تمام قارئین پاسبانی و غیر پاسبانی اپنے خصوصی دعاؤں سے نوازیں کے اور مفید مشوروں سے ہمارے ارادوں کو استحکام عطاء فرمائے گے۔

مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

،،مثالی وحدت کا فقدان،،

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی الاعظمی
بانی و مؤسس پاسبان علم و ادب

آج دنیا میں مسلمانوں کو جو بھی مسائل درپیش ہیں یا ان کو دشمنانِ اسلام کی جن سازشوں، تحریکوں کا سامنا ہے اور ان کا توڑ نہیں کرپارہے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہماری وہ مثالی وحدت باقی نہیں رہی جو قوت وطاقت کا سرچشمہ تھی جس طرح قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر اپنے کو ملت میں گم کردیا تھا اورسیسہ پلائی دیوار بن گئے، آج انھیں کے جانشین مسلمان فرقوں، گروپوں، جماعتوں میں تقسیم ہیں، قومیت ووطنیت، علاقائیت اور خاندانی انانیت کا شکار ہیں۔ علامہ اقبال کا یہ پیغام اور ان کا منتشر بکھرے مسلمانوں پر طنز کتنا گہرا ہے:

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

شفیق قاسمی اعظمی
پاسبان علم و ادب

راشٹرپتی بھوَن کا ایک سفر ایک نظر!

بقلم :- مولانا عاصم طاہر الاعظمی

بہت دنوں سے خواہش تھی کہ وطنِ عزیز کے اس علاقے کو بھی دیکھوں جس کے بارے میں سُن رکھا تھا کہ وہاں پر پرندہ پَر نہیں مار سکتا جہاں تک ہر کسی کی رسائی بآسانی ممکن نہیں وہ رائے سنہا کی چھوٹی پر بنے عالیشان و خوبصورت عمارت راشٹرپتی بھون و سنسد بھون کا خوبصورت علاقہ کہلاتا ہے چونکہ کسی بھی ملک کا راشٹرپتی بھون ہو یا سنسد بھون کافی اہمیت کا حامل ہوتا ہے 2016 میں اسی خواہش کی تکمیل کے لیے دہلی کا رختِ سفر باندھا لیکن اس جگہ پر پہنچنے سے پہلے ہی پولیس سیکورٹی نے صاف لفظوں میں منع کردیا (نو انٹری) کسی بھی صورتحال میں آج اندر نہیں جاسکتے وجہ دریافت کرنے پر بتایا کہ پہلے ہی آئی ڈی وغیرہ بھیج کر اجازت لینی پڑتی ہے بالآخر مغل گارڈن گھوم کر واپس اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا،

گزشتہ ہفتے ہمارے ٹیچر محسن ایڈووکیٹ نے اپنے دوست پُنِت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ راشٹرپتی بھون میں کونسٹیبل ہے میں نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہا کہ سر راشٹرپتی بھون و سنسد بھون کو اندر سے گھومنے کی اجازت لیں اور پھر ایک ٹور وہاں کے نام بن جائے کہے کہ ٹھیک ہے بات کرتا ہوں پھر اسی وقت بات کیے اور اندر گھومنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے کہا کہ تمام اسٹوڈینٹس کی اصلی آئی ڈی بھیج دو باقی میں یہاں دیکھ لوں گا،اور تقریباً پانچ دن کے بعد جمعہ کی شام کو یہ خبر ملی کہ کل کی اجازت مل گئی ہے یہ خبر سنتے ہی انسٹی ٹیوٹ کے تمام طلبہ فرحت و شادمانی

سے جھوم اٹھے ہر طرف خوشی کا ماحول تھا کوئی کپڑا دھلنے تو کوئی پریس کرنے میں مشغول ہو گیا تو وہیں پر ہمارے اس سفر کے امیر مفتی حامد اعظمی ہر ایک سے وصولی بھی جمع کرتے ہوئے نظر آئے، میں تو دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اے کاش سنسد بھون کی بھی اجازت مل گئی ہوتی تو کل اس تمنا کی مکمل تکمیل ہو جاتی پھر بھی وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

صبح ہوتے ہی تمام ساتھیوں نے سفر کی مکمل تیاری کرکے بس کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک بس کے آنے کی اطلاع ملی سب بس کی طرف تیزی سے لپکے اور جلدی جلدی اپنی جگہ لیے تھوڑی ہی دیر میں بس نے ہم لوگوں کو لیکر سوار ہوئی اس طرح ہم لوگوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہاں پہنچے اور ابھی بس راشٹرپتی بھون کے علاقے میں داخل ہی ہوئی تھی کہ فوراً ایک پولیس آگے بڑھ کر رکوایا کہا کہ الٹی لائن آنے پر ہر حال میں چالان کٹے گا چالان کٹنے کے بعد ہماری بس آگے بڑھی، ہر کوئی راشٹرپتی بھون و سنسد بھون کے اس علاقے کی خوبصورتی و جاذب نظر عمارت کو بس کی کھڑکیوں سے دیکھ کر خوشی محسوس کر رہا تھا بس پارکنگ میں لگی تمام ساتھی اتر کر جلدی جلدی آگے بڑھے سرکاری کارروائی و مضبوط چیکنگ کے بعد اندر پہنچے اندر جانے سے پہلے موبائل-فون ایئرفون اور الیکٹرانک کی سبھی چیزیں جمع کروا لیے گئے تھے، اندر داخل ہوتے ہی انہیں لوگوں کی طرف سے طے شدہ منیش نامی گائیڈ نے ہم لوگوں کا راشٹرپتی بھون میں استقبال کیا اور راشٹرپتی بھون کی اہم اہم باتوں کو بتلایا میری ہندی زبان میں مضبوط گرفت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر الفاظ سمجھ سے باہر تھے پھر بھی گائیڈ کے ساتھ ساتھ اندر سے راشٹرپتی بھون گھوم کر بہت ساری وہ باتیں معلوم ہوئی جس سے میں ابھی تک ناآشنا تھا،

برطانوی سامراج کے عہد میں وطنِ عزیز کی راجدھانی کلکتہ شہر ہوا کرتا تھا لیکن برطانوی سامراجوں کو وہ جگہ زیادہ راس نہ آئی اور وہ لوگ اپنی راجدھانی کہیں دوسری جگہ کرنا چاہ رہے تھے بالآخر انھوں نے 1911ء میں دہلی کو راجدھانی بنانے کا فیصلہ کیا، برطانوی سامراج چاہتے تو لال قلعہ کے علاقے کو راجدھانی بنا سکتے تھے لیکن اس علاقے میں مغل کے زمانے کا دہلی آباد تھا جو اس سے پہلے ہندوستان کی راجدھانی ہوا کرتا تھا لیکن برطانوی سامراجوں کو سیکنڈ راجدھانی پسند نہیں تھی وہ اپنی الگ پہچان بنانا چاہ رہے تھے ان سب کے چلتے ان لوگوں نے نئی دہلی کے اس علاقے کو منتخب کیا، اس وقت برطانوی سامراج کے گورنر وائس رائے اِیڈوِن تھے جنھوں نے اپنے رہنے کے لیے گھر بنانے کا حکم جاری کیا اور انگلینڈ کے مشہور آرکیٹیکچر اِیڈوِن لٹینس کو اس کا نقشہ بنوانے کے لئے بلوایا 1913ء میں تعمیراتی کام شروع ہوکر 1929ء میں تکمیل کو پہنچا اس وقت کا تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپے کی لاگت سے وائس رائے ہاؤس تیار ہوا تھا 1931ء برطانوی حکومت کا اس میں پہلا پروگرام ہوا جس میں پوری دنیا کی قد آور شخصیات نے شرکت کی تھی،

لیکن شاید ان برطانوی سامراجوں کو معلوم نہیں تھا کہ اب ہندوستان میں ان کا دائرہ تنگ ہونے لگا ہے تقریباً 16 سال ہی اس ہاؤس میں رہنے کے بعد 1947ء میں جب کہ آزادی کا نعرہ پورے وطن میں گونج چکا تھا بالآخر انھیں یہ عالیشان پرشکوہ عمارت کو الوداع کہنا پڑا،

1931ء سے لیکر 1947ء تک اس کا نام وائس رائے ہاؤس تھا 1947ء میں میں اس کا نام بدل کر گورنمنٹ ہاؤس رکھا گیا جبکہ 1950ء میں اس کا نام ایک مرتبہ پھر بدل کر ہمیشہ ہمیش کے لیے راشٹرپتی بھون رکھ دیا گیا اب یہ ہاؤس وقت کے موجودہ صدر جمہوریہ (راشٹرپتی) کے لیے خاص ہوتا ہے،

واضح رہے کہ ملک کے پہلے شہری کی حیثیت سے راشٹرپتی ہی کو جانا جاتا ہے اور راشٹرپتی (صدر جمہوریہ) ہی ملک کا سب سے بڑا عہدہ ہوتا ہے آپ راشٹرپتی کے پاور کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اگر چیف جسٹس آف سپریم کورٹ کسی کو پھانسی کی سزا سنا دے تو وہ صرف راشٹرپتی ہی کے کہنے پر پھانسی کی سزا کا اعلان روک سکتا ہے ورنہ نہیں، اسی طرح راشٹرپتی کو راجیہ سبھا کے 12 ممبران کو چننے کا بھی حق ہوتا ہے پورے ملک میں راشٹرپتی ہی وہ عہدہ ہوتا ہے جو کبھی جھنڈے کو سلامی نہیں دیتا یہ سب راشٹرپتی کی ایسی خصوصیات ہیں جو پورے ملک میں کسی اور کے پاس نہیں ہے،

26 جنوری 1950ء کو ملک کے پہلے راشٹرپتی ڈاکٹر راجیندر پرساد کو رہنے کے لیے دیا گیا وہ اس راشٹرپتی بھون کی نقش و نگاری دیکھ دنگ رہ گئے تھے 340 کمروں میں سے صرف 5 کمرے اپنے لیے مختص کیے جس میں وہ اپنی فیملی کے ساتھ رہ رہے تھے،

اس عالیشان عمارت میں فی الحال وقت کے چودھویں راشٹرپتی رام ناتھ کووند جی رہ رہے ہیں،

رائے سنہا کی چوٹی پر بنے راشٹرپتی بھون کی خوبصورت و عالیشان عمارت پوری دنیا میں اپنی ایک منفرد پہچان رکھتی ہے وطن عزیز کے راشٹرپتی بھون کا شمار دنیا کی مہنگی ترین عمارتوں میں ہوتا ہے

راشٹرپتی بھون کی قیمت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ پوری دنیا میں مشہور و پاور فل ملک امریکہ کی مشہور عمارت وائٹ ہاؤس کی قیمت سے تقریباً ڈبل کی قیمت کے قریب ہے راشٹرپتی بھون کی موجودہ قیمت 26 ہزار کروڑ روپے ہے جبکہ وائٹ ہاؤس کی قیمت 14 ہزار کروڑ ہی ہے، واضح رہے کہ وطن عزیز کا راشٹرپتی بھون دنیا کے سبھی راشٹرپتی بھون میں سب سے بڑا ہے

راشٹر پتی بھون تقریباً 330 ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے جس میں کل 340 بڑے کمرے ہیں جس میں دربار ہال سب سے اہم جگہ ہے ملک کا جب بھی کوئی راشٹر پتی حلف لیتا ہے تو اسی میں حلف تقریب منعقد ہوتی ہے اس میں سب اہم اور خاص بات یہ ہے کہ برطانوی سامراجوں کے زمانے کی رکھی ہوئی چاندی کی کرسی جس کا وزن 6 کنٹل 40 کلو گرام ہے کرسی کا نچلا حصہ یعی صدر جمہوریہ کا پیر ٹھیک انڈیا گیٹ کے بالائی حصے پر رہتا ہے اس ہال کے سامنے بنا بہترین دروازہ جہاں سے انڈیا گیٹ چار کلو میٹر کی دوری پر ٹھیک اسی سیدھے میں واقع ہے جو کہ صرف 26 جنوری اور 15 اگست کو کھلتا ہے یا کسی باہری ممالک سے آئے ہوئے مہمان کی طلب پر کھولا جاتا ہے

اس ہال میں گنبد نما بنے حصے کے اوپر وطن عزیز کا جھنڈا لہرتا ہوا اس بات کی علامت ہے کہ وقت کا راشٹر پتی یہیں پر ہے اگر وہ یہاں نہیں رہتا تو جھنڈا نکال دیا جاتا ہے

یہ ایک آسان طریقہ ہے وقت کے راشٹر پتی کے ہونے اور نہ ہونے کو معلوم کرنے کا جیسا کہ کل جھنڈا نہیں لگا تھا راشٹر پتی جی حیدرآباد کے کسی پروگرام میں شرکت کے لیے گئے تھے،

اس کی بغل میں بنے اشوقا ہال جو کہ پورے راشٹر پتی بھون میں سب سے خوبصورت ہال مانا جاتا ہے پہلے اس میں بھی پروگرام منعقد ہوا کرتے تھے فی الحال کچھ دنوں سے اس میں پروگرام ہونا بند ہے اس کے علاوہ کیبنٹ ہال گفٹ ہال اور کئی بڑے ہال الگ الگ کاموں کے لیے ہیں جن کو اس کے وقت استعمال کیا جاتا ہے

پورے راشٹرپتی بھون کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصے میں سرکاری کام دوسرے حصے میں آفیشیلی کام تیسرے حصے میں باہر ممالک سے آئے ہوئے مہمانوں کا انتظام چوتھے اور آخری حصے میں صدر جمہوریہ کے لیے خاص ہے،

راشٹرپتی بھون میں ہسپتال، پوسٹ آفس، آئس فیکٹری، اور اس طرح کی بہت سی چیزوں کا مکمل انتظام ہے واضح رہے کہ راشٹرپتی بھون میں ہسپتال کا نظام ملک کے اگیارہویں راشٹرپتی ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام نے شروع کروایا تھا، تاکہ یہاں پر جب بھی کوئی بیمار ہوتو اس کا وی وی آئی پی علاج کروایا جاسکے، ہم لوگوں کا گائیڈ ڈاکٹر صاحب کی زندگی سے بہت متاثر تھا اور تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو یہاں مسلمانوں سے زیادہ ہندو لوگ محبت کرتے تھے وہ ایک پڑھے لکھے عام انسان تھے، انھوں نے اپنے زمانے میں ملک ہی نہیں راشٹرپتی بھون کو بھی بہت کچھ دے کر گئے ہیں

اخیر میں ہم لوگ گائیڈ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے راشٹرپتی بھون سے باہر نکلے، باہر تھوڑی دیر رہنے کے بعد ہمارا گروپ وہاں سے دوسری جگہ گھومنے کے لیے روانہ ہوا اور اس جگہ گھومنے کے بعد مرکز نظام الدین میں مغرب کی نماز ادا کرکے تھوڑی دیر میں واپس اپنے انسٹی ٹیوٹ کی طرف روانہ ہوا، اور الحمد للہ بعافیت ہم لوگ رات میں تقریباً سوا آٹھ بجے اپنے انسٹی ٹیوٹ پہنچ گئے، اس طرح ہمارا ایک دن کا یہ یادگار تاریخی اور معلومات سے پُر سفر مکمل ہوا۔

ایک بادشاہ عوام کے دروازے پر

بقلم :- مولانا شفیع اللہ شبیر اعظمی قاسمی

ہم پرانے قصہ کہانیوں اور تاریخی دستاویز میں پڑھتے رہتے ہیں۔ گزرے ہوئے بادشاہان کس طرح عوام کے ساتھ عمدہ تعلقات رکھا کرتے تھے ان کی خبر گیری کرتے تھے لیکن آج گلف نیوز کی ایک خبر نے حیرت زدہ کردیا۔

جب کسی بادشاہ کی زبان سے اس طرح کے الفاظ نکلیں کہ کیا میں آپ کے لئے کچھ کرسکتا ہوں۔اور بادشاہ اپنے ملک میں کام کرنے والے غیر ملکی ادنی ملازم کی عیادت اور تفتیش حال کی خاطر ہاسپٹل میں اس مریض کے بیڈ کے پاس کھڑا ہو۔جی ہاں میں کوئی دیو مالائی قصہ نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ یہ واقعہ جمعرات کی دوپہر کا ہے جب اَبوظبي کے شہزادے اور نائب حاکم اعلی شیخ محمد بن زاید کیرالہ کے محمد علی کی خاطر clave land ہاسپٹل اَبوظبي میں آئے جہاں ان کے دماغ کی سرجری ہوئی تھی اور وہ زیر علاج ہیں۔ہر کوئی اس پرکیف اور رقت آمیز منظر کو دیکھ کر سرشار ہورہا تھا۔اسی کو کہتے ہیں کہ پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر۔اپنے اس محبت بھرے انداز اور اخلاق سے سارے ہندوستانیوں کا دل جیت لیا۔آج لوگ ان کے اس اخلاق کریمانہ کی تعریف کرتے نہیں تھک رہے ہیں۔میں تو اپنے یہاں کے عہدہ داروں سے بھی یہی کہوں گا کہ سبق سیکھیں۔۔۔یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے۔امن اس طرح آئے گا نفرت کی آگ اس طرح ٹھنڈی ہوگی۔شیخ محمد نائب اعلی کو میرا بہت بہت سلوٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر

بقلم :- مولانا منصور احمد جونپوری

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

آیئے! آج ہم عقاب پرندہ کی خصوصیات پر ایک نظر ڈالتے ہیں
جب ہم اس پرندہ پر تحقیق کرنے والے ماہرین کی ریسرچ سامنے رکھتے ہیں تو اسکی حیرت انگیز خصوصیات کا انکشاف ہوتا ہے ۔

ماہرین کے مطابق
جانوروں میں سب سے زیادہ بہادر شیر کو مانا گیا ہے مگر اسکی شجاعت صرف زمین تک محدود ہے اسکی بادشاہت صرف رینگنے والے جانوروں پر قائم ہے
اور شیر حملہ کرنے سے پہلے شکار کے جسم اور اسکی رفتار کو دیکھتا ہے مگر ناتجربہ کاری کے سبب اندازہ کی معمولی سی چوک سے اکثر اسکا حملہ ناکام ہوجاتا ہے

مگر *شاہین* ایک ایسا پرندہ ہے
جسکی بادشاہت فضاء اور زمین دونوں جگہ قائم
اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسکا شکار کتنا ضخیم ہے، وہ زمین کا باسی ہے یا ہواؤں کا کھلاڑی یا سمندر کا مکین ہے

یہ دنیا کا واحد پرندہ ہے جو سطح زمین سے دس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتا ہے
آندھی اور طوفان کی آہٹ سے دوسرے پرندے اپنے گھونسلوں میں دبکنے کیلئے دوڑ لگاتے ہیں
مگر شاہین طوفانوں میں انجوائے کرتا ہے ،آندھیوں کا سینہ چیرتا ہے، مزے لیتا ہے، بلکہ تیزوتند تھپیڑوں کو اپنے پرواز کی بلندی کیلئے استعمال کرتا ہے
یہ اپنے شکار کو پچاس کیلو میٹر کی دوری سے دیکھ لیتا ہے

یہ پرندہ کبھی مردار نہیں کھاتا، اپنے قوت بازو سے اپنا پیٹ پالنا اسکی صفات خاصہ میں سے ہے

جب عقاب کا بچہ اڑنے کی عمر کو پہنچ تا ہے تو اسکی ماں بچہ کو دس ہزار فٹ کی بلندی پر لے جاتی ہے اور اسے خود سے جدا کردیتی ہے اب بچہ کیلئے دوہی راستے ہوتے ہیں یا تو پرواز کرے یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھے
کبھی کبھی جب بچہ اڑنے کی طاقت سے محروم ہوتا ہے اور وہ دس ہزار فٹ کی اونچائی سے زمین کی جانب گرتا ہے تو کوئی مدگار اسکے آس پاس نظر نہیں آتا اب اسی بے بسی کے عالم میں جب اسکے اور زمین (موت) کے درمیان کا فاصلہ بہت کم بچتا ہے تو اچانک بچہ اپنے پیچھے ایک آہٹ محسوس کرتا ہے پھر بجلی کی تیزی کیساتھ بچہ خودکو ایک مضبوط آغوش میں پاتا ہے اور یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ بچہ اڑنا نہ سیکھ جائے
اسی طرح بچہ جب سن بلوغ کو پہنچ کر اپنا رفیق حیات منتخب کرتا ہے تو مادہ بچہ کے والدین اپنے ہونے والے داماد کا دشوار اور مشکل ترین امتحان لیتے ہیں

وہ اس طرح کہ دس ہزار فٹ کی بلندی سے ایک پتھر نیچے پھینکا جاتا ہے اور ہونے والے داماد کے سامنے اس پتھر کر فضا میں ہی پکڑنے کا چیلنج ہوتا ہے سائنسی اعتبار سے فضا سے جب کوئ چیز پھینکی جاتی ہے تو زمین کی کشش گرنے کی رفتار میں بتدریج اضافہ کرتی رہتی ہے
مگر اسکے باوجود عقاب اسکی رفتار کو پچھاڑ کر پتھر پکڑ نے میں کامیاب ہوتا ہے پھر وہ ازدواجی حقوق کیلیئے منتخب ہوتا ہے کہ یہ اپنی شریک حیات کو بھوکا نہیں رکھے گا

شاہین کی مذکورہ خصوصیات پر ایک نظر ڈالیں اور علامہ اقبال کے مندجہ ذیل اشعار کو سمجھیں

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے انکو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں
!!!

ہائے افسوس! ہمارے نوجوانوں نے جب سے عقابی اوصاف سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے اس وقت سے ہمارے نشیمن زاغوں کے تصرف میں ہیں

منصور احمد جونپوری

"دیوبند اسلامک اکیڈمی دیوبند" کی ایک سالہ کارگزاری، تعارف و عزائم!

بقلم :- مولانا مہدی حسن عینی قاسمی

آج سے ڈیڑھ سال قبل دیوبند کی سرزمین پر فکری کام کرنے کا جذبہ لے کر اکابرین اور احباب کے مشورے سے ایک ادارہ بنام دیوبند اسلامک اکیڈمی کی داغ بیل ڈالی.
01 جنوری 2018 سے اکیڈمی نے اپنا پہلا ٹرم شروع کیا جس کا بنیادی مقصد فضلائے مدارس اور طلبائے مدارس کو احساس کمتری سے باہر نکال کر ان میں فکری پختگی،زبان و قلم پر مضبوط گرفت اور عملی میدان میں اسلام کے دفاع کے لئے علمی تبحر پیدا کرنا تھا.
"تخصص فی الدعوۃ و الارشاد" کے نام سے اکیڈمی نے فضلاء مدارس کے لئے ایک سال اور طلباء کے لئے 6 ماہ کے دورانیہ پر مشتمل ایک کورس کا آغاز کیا جس میں
* تقابل ادیان * یعنی اسلام اور ہندومت کا تقابلی جائزہ،اور دیگر پانچ مذاھب کا تعارف،
* الغزو الفکری * یعنی
الحاد،استشراق،سامراجیت،منو اسمرتی،لبرلزم،سیکولرزم، نظریہ ارتقاء کے ساتھ ساتھ معاصر فکری تحریکات کا تعارف،
* صحافت * جس میں مضمون نگاری،خبر نویسی،مقالہ نگاری،
انٹرویو،ایڈیٹنگ وغیرہ کی مشق،
* خطابت * جس میں
تقریر،ڈیبیٹ،لیکچر وغیرہ کی مشق اور * مسلم پرسنل لاء و دستور ھند کا تحقیقی جائزہ *
جیسے بنیادی عناوین پر اسباق کے ساتھ ساتھ عملی مشق بھی کرائی گئی

اس ایک سال میں اکیڈمی میں مختلف عناوین پر ماہرین کے ذریعہ 15 خصوصی محاضرے پیش کرائے گئے، محاضرین کی فہرست میں معروف عالم دین مفتی انوار خان بستوی، ڈاکٹر عاطف سہیل صدیقی، انجینئیر داعی عبدالرشید دہلی،
ندیم خان جماعت اسلامی ھند، لئیق احمد خان عاقل صدر ایس. آئی. او تلنگانہ، شارق انصر دہلی، انربان بھٹاچاریہ جے. این. یو، ظفر خان چنڈی گڑھ
یونیورسٹی، مولانا عبدالرؤف قاسمی کشمیری،
آر. ٹی. آئی. ایکٹیوسٹ افروز عالم ساحل، معروف صحافی علم اللہ اصلاحی وغیرہ قابل ذکر ہیں.
نیز انجینئر داعی عبدالرشید نے 6 دعوتی لیکچر بھی دیئے.
* دیوبند اسلامک اکیڈمی * کی جانب سے 25 جنوری 2018 کو ایک کانفرنس بعنوان "کیا جمہوریت ابھی زندہ ہے"؟منعقد کیا گیا جس میں عمر خالد جے. این. یو، موہت کمار پانڈے صدر یونین جے. این. یو
ندیم خان یونائیٹیڈ اگینسٹ ہیٹ دہلی، محمد شہاد طلباء یونین کیرلا یونیورسٹی، فیض الحسن صدر طلباء یونین علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، خالد سیفی، شارق حسین اور مولانا محمود الرحمان رکن تنظیم ابنائے مدارس وغیرہ نے شرکت کی.

* دیوبند اسلامک اکیڈمی * نے 25 فروری 2018 کو محمود ہال دیوبند میں ایک عمومی سمپوزیم بعنوان "فکری ارتداد کا مقابلہ کیسے کریں؟ منعقد کیا، جس میں معروف اسلامی اسکالر مولانا مفتی یاسر ندیم الواجدی شکاگو امریکہ، مفتی انوار خان قاسمی بستوی، مولانا مفتی رئیس خان دہرادون، جناب امین خان مولانا آزاد یونیورسٹی جودھپور، مولانا ندیم الواجدی صاحب دیوبند، ڈاکٹر عاطف سہیل صدیقی وغیرہ نے شرکت کی.

دیوبند اسلامک اکیڈمی
نے اپنا دوسرا ٹرم شوال المکرم 1439 ھجری میں شروع کیا جس کے تین بیچ بنے ایک سالہ بیچ فارغین مدارس کے لئے جس میں 12 فضلاء ہیں اور دو بیچ داخل طلباء کا ہے جس میں 30 طلباء تھے.

دیوبند اسلامک اکیڈمی
نے اب ششماہی کے بعد از سر نو دو بیچ شروع کئے ہیں جس میں تقریباً 30 طلباء اس کورس سے استفادہ کررہے ہیں.
الحمد للہ سال گزشتہ کے بیچ سے فارغ ہمارے تین فضلاء پونہ،پانی پت اور مہاراشٹر میں دعوتی و فکری فریضہ انجام دے رہے ہیں دیگر فضلاء بھی تدریس کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے علاقوں میں دعوتی سرگرمیوں میں لگے ہوئے ہیں.
داخل طلباء دارالعلوم دیوبند اور وقف دارالعلوم سمیت مختلف اداروں میں اپنی تحریری و تقریری اور فکری صلاحیتوں کی وجہ سے نمایاں ہیں.
اس کے علاوہ *دیوبند اسلامک اکیڈمی* میں طلباء کے لئے *عربی زبان و ادب ڈپلومہ کورس* *تجوید و قرأت کورس* کے بھی بیچ جاری ہیں.

1 دسمبر 2018 سے *دیوبند اسلامک اکیڈمی* نے 5 سے 15 سال عمر تک کے بچے،بچیوں کے لئے ایک سالہ دینیات برج کورس کا آغاز کیا ہے جس میں اس وقت دس بچے زیر تعلیم ہیں.
دیوبند اسلامک اکیڈمی میں اردو،ہندی اور عربی میں ترجمہ کا کام بھی کیا جاتا ہے نیز مختلف عناوین پر ریسرچ کا کام بھی جاری ہے.

اس ایک سالہ سفر کی تکمیل کے موقع پر ہم سب سے پہلے بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکر ادا کرتے ہیں جس کی توفیق اور منشأ سے ہی یہ سب کچھ ممکن ہوسکا،
ہم اپنے سبھی احباب، محاضرین،
خصوصی لیکچررز اور معاونین کے بھی صدق دل سے شکر گزار ہیں جن کی وجہ سے طلباء کو ایک متنوع علمی و فکری ماحول فراہم ہوسکا،
ہماری یہ ادنی سی کوشش صرف اس مقصد سے ہے کہ ملت کو ایسے باصلاحیت،زمانہ شناس،زبان و قلم کا ماہر،
عصر جدید کے افکار،فتنوں اور تقاضوں پر علمی و تحقیقی انداز میں نظر رکھنے والے وسیع الذھن و الفکر علماء کی ایک کھیپ دیا جاسکے جو اسلام کے عملی داعی اور علمی دفاع کرنے والے ہوں

اس کاز میں ابھی ہماری ابتداء ہے بہت کچھ سیکھنا اور کرنا ہے.
ہمارا اگلا ہدف ارتداد اور الحاد کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء اور عصری تعلیم یافتہ ایک تعداد کو تیار کرنا ہے جو زمین پر ہر طرح کے دلائل و وسائل اور طریقہ کار سے لیس ہوں.
اس کے لئے ورکشاپ، سمپوزیم اور تربیتی کلاسیز کا سلسلہ جاری ہے اور انشاءاللہ عنقریب
اس سلسلہ کو عام بھی کیا جائے گا
اس کے علاوہ دستوری تقاضوں اور قومی و سماجی مسائل اور ان کے حل سے ہم آہنگ کرنے کے لئے طلباء مدارس کے لئے عنقریب ورکشاپ اور تربیتی کلاسیز بھی منعقد کئے جائیں گے.

نیز انگریزی اداروں کے طلباء کے لئے مارچ 2019 سے ویک اینڈ اسلامک اسٹڈیز اسپیشل کلاسیز کا آغاز کیا جائے گا. انشاءاللہ

اس موقع پر ہم علماء کرام،

زعماء ملت اور دردمندان قوم سے اپیل کرتے ہیں کہ فکری استحکام کے اس مشن کو بڑھانے کے لئے آگے آئیں ہمارے لئے دعا بھی کریں،رہنمائی اور تعاون بھی فرمائیں.

فجزاکم اللہ خیرا

مہدی حسن عینی قاسمی
ڈائریکٹر دیوبند اسلامک اکیڈمی
محلہ خانقاہ نزد اندراپارک دیوبند
9565799937
9557113167

کرسیوں پر نماز کی عجیب صورت حال!

بقلم :- مولانا عاصم کمال الاعظمی

کرسیوں پر نماز کے حوالہ سے بہت ہی عجیب صورت حال دیکھنے کو ملتی ہے، لوگ عجیب عجیب اجتہادات کرتے رہتے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ اس پر نماز کے جواز کی وجہ کیا قرار دی جائے،ابھی گزشتہ ہفتہ ایک شہر میں نماز جمعہ کے لئے حاضر تھا، ایک صاحب نے میرے بغل میں نمازجمعہ کرسی پر اداکی، وہ بھی اس طرح کہ قیام مع الامام اور رکوع کرسی پر، سجدہ زمین پر، پھر سنتوں میں قیام مع الرکوع دیگر مصلیوں کی طرح، اور سجدہ کرسی پر اشارۃ.....خدا جانے معذوری کا سبب کیا تھا، اور اب تو خوش حال علاقوں بالخصوص شہروں کا حال بہت تکلیف دہ ہے...،اگر مسجد میں کرسیوں کا انتظام نہیں ہے تو لوگ مسجد کی کمیٹی کو تکلیف نہ دیکر خود اپنے کاندھے پر ٹانگے تشریف لے آتے ہیں،.... مگر اہل بصیرت کمیٹیوں نے اب اس کا معقول انتظام شروع کردیا ہے، اور تو اور ان لوگوں کو بغیر قرعہ اندازی کے صف اول میں جگہ عنایت کی جاتی ہے، بعض جگہوں پر صف اول میں انسانی قدموں کے مقابل مصنوعی ٹانگیں زیادہ تعداد میں موجود ہوتی ہیں،.......بلکہ ایسالگتاہے کہ وہ خداتعالی پر کسی قسم کا احسان کرنے آئے ہوں،...اور پھر جس نماز کا طرۂ امتیاز وحدت تھا،اور جس کے لئے ہم اہل ہند "محمود وایاز "کی قصہ خوانی کرتے ہیں، وہ دھیرے دھیرے مفقود ہورہاہے، اس لئے کہ یہ دیکھنے کوملتا ہے کہ اگر کوئ شرعی معذور بھی ہو.... مگر قسمت کا مارا ہوتو.... اس کو زمین ہی نصیب ہوتی ہے، میں یہ کہنے کا مزاج تو نہیں رکھتا کہ اس میں غیروں کی چال اور ان کی سازش کارفرماہے،؛

لیکن اتنا عرض کرتاہوں کہ: ہونا ہو ...اس میں ایک گونہ کلیساؤں اور گرجاگھروں کی مشابہت ضرور ہے،(میں نے یہ بات شرعی نقۂ نظر سے نہیں کہی؛ بلکہ صورت حال کی ترجمانی کی ہے) اور پھرکیوں ناہو ....دس منٹ کی نماز کے لئے کرسی کی محتاج یہ ٹانگیں صبح ورزش کی دوڑ، لوگوں کی ملاقات اور دیگر آمد ورفت میں کسی سہارے کی محتاج نظر نہیں آتیں، بلکہ موقع سے شیخی بگھارتے ہوئے ان کے مالکان یہ کہتے ہیں: مجھے کیا ہوا ہے، میں فٹ ہوں ......ان کرسیوں پر نماز کی صحیح صورت حال سے آگاہ کرانا لازمی ہے؛؛؛؛؛ ورنہ من جملہ مفاخر میں اسلام کے نادان نام لیوا اس کو بھی ایک قابل فخر شیئ گردانیں گے ....خدا کرے کہ زمانہ وہ دور نہ دیکھے..

انٹرویو کا فائدہ

بقلم :- ڈاکٹر ارشد قاسمی صاحب

انٹرویو کا ایک مقصد تو اہلِ فکر و دانش کے یہاں مسلم ہے ہی کہ اس سے شخصیت کی زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنے، سبق حاصل کرنے اور اس سے اپنی زندگی کے خطوط و نقوش درست کرنے میں مدد ملتی ہے حوصلہ کی غذا اور وسعتِ فکر کی انرجی دستیاب ہوتی ہے ۔۔۔

ناچیز کے نزدیک اسکا ایک بڑا فایدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مہمان شخصیت خود آگہی سے بہرہ ور ہوجاتی ہے ۔اپنے امتیازات کو صیقل کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے قارئین کی کیا امیدیں وابستہ ہیں پتہ چلتا ہے نیز اپنی کمزوریوں ، کمیوں سے خودشناسی ہوتی ہے ۔ اور یہ ایک بڑی دولت ہے ۔

2019 لوک سبھا الیکشن ' مسلمان کیا کرے

بقلم :- امجد صدیقی صاحب

سیکولرزم اور جمہوریت اس ملک کی مٹی میں رچی بسی ہے
ایسا ممکن ہی نہیں کہ اس ملک سے جمہوری نظام کا خاتمہ ہوجائے اور کسی ایک مذہب کے تصورات اور نظامہائے زندگی پر متفق ہوجائے
جب سے اس ملک میں فرقہ پرست طاقتوں کی حکومت ہوئی ہے تب سے اس سوچ کو زیادہ تقویت ملی ہے
اور ملنی بھی چاہئے ؛ چونکہ موجودہ حکومت کی یہ ایک مضبوط پالیسی ہے
اس دور حکومت میں وہ سب کچھ ہوا جسے سن کر ہندوستانی ثقافت شرمسار ہوئی جاتی ہے
موب لینچنگ کے واقعات سے لیکر تین طلاق بل تک اسی حکومت کا عمل کارفرماہے
اقلیتیوں کو ہراساں کرنا اس حکومت یا پھر حکومتی اہلکار ورضاکار کا محبوب مشغلہ بن گیا
گائے کے نام پر جس طرح سے قتل وغارت گری مچائی گئی اس سے ہندوستانی مسلمان نہایت ہی خوف وحشت میں رہا
پھر اس سمت حکومت کے بھی اقدام لائق افسوس ہی نہیں بلکہ وجہ خوف ودہشت بھی ہے
اور یہ سب 2014 کے الیکشن کے قبل بتائے گئے تمام ایجنڈے کے خلاف ہے

سب کا ساتھ سب کا وکاس کے کھوکھلے نعرے کے ذریعہ یہ فرقہ پرست تنظیم حکومت سازی میں کامیاب تو ہوگئی لیکن اب ہمیں بیدار ہونا ہے

ہوشمندی ؛ دانشمندی کا ثبوت پیش کرنا ہے

2019 کے لوک سبھا انتخابات نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں

اگر تھوڑی بھی ہم نے سستی ، کاہلی اور غفلت برتی تو پھر فرقہ پرست تنظیمیں اور مضبوط ہوجائیں گی اقتدار کے نشے میں چور پھر آپ کے شرعی قوانین پر بھی دخل اندازی کریں گی

ابھی سے لائحہ عمل تیار کریں

عمل کا رد عمل پھر اس پر بے جا تبصرے سے گریز کریں

ائمہ کرام ، علماء ، مدارس کے نظماء اس مرتبہ کے الیکشن میں دور اندیشی کا مظاہرہ کریں

اپنے جمعے کے خطبے میں موجودہ حکومت کی غلط پالیسی کا تذکرہ کریں

گاؤں کے ذمہ دار افراد کو لیکر کوئی ایسی تنظیم بنائی جائے جو ووٹ کی اہمیت اور اس کی شرعی حثیت کو سمجھائے پھر ووٹ کی تقسیم کے نقصان سے بھی آگاہ کرائی جائے

ہندوستان میں مسمانوں کا ووٹ فیصلہ کن مانا جاتا ہے اس لحاظ سے اس کی اہمیت وافادیت سے عوام الناس کو روشناس کرائیں

ذات پات ؛ نسل ؛ برادری اور خاندان سے اوپر اٹھئے

ہماری ذات نسل کی تقسیم سے مکمل دین اسلام کو نقصان پہونچ رہا ہے

یہ فہم ہر فرد میں ہو

آج ایک چھوٹی سی بستی بھی خاندانی ، نسلی اور علاقائی تعصب کی شکار ہے
اگر کچھ لوگ انصاری ہیں تو ان کا سیاسی لیڈر کوئی اور ہیں
سید ہیں تو ان کا اور
پھر شیخ کے الگ خان کے الگ
اس طرح کے لیڈران کی تقسیم سے اوپر اٹھئے ورنہ تو پھر باطل طاقتیں آپ پر سوار ہوجائیں گی اور آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے

2019 کے لوک سبھا انتخابات ہی اس ملک کے اقلیتوں کے حقوق کی بازیابی کے رخ تیار کریں گے

امجد صدیقی
9955875091

معصوم مسکراہٹیں..!!

بقلم :- مولانا اجوداللہ پھول پوری

قرآن کریم اللہ عزوجل کی کتاب اور اسکا کلام ھے جسمیں زرہ برابر شک کی گنجائش نہیں جسکی حفاظت رب کریم نے اپنے ذمہ لے رکھی ھے رھتی دنیا تک اسکے ایک حرف میں بھی تبدیلی کی گنجائش نہیں ....!

واہ رے میرے رب حفاظت بھی کس نرالے انداز سے کرتا ھے ؟

ننھے منے معصوم اور کمزور نونہالوں کے سینوں کو کشادہ کرکے قرآن کے انمٹ نقوش کو اسپر اس طور سے ثبت فرمادیتا ھے کہ رستم زمانہ انگشت بدنداں نظر آتے ھیں......... لمبے لمبے جسم اور چوڑے سینوں والے پہلوان بھی ان طفلان مکتب کے سامنے بونے نظر آتے ھیں.....!

بلاشبہ یہ رب کی رحمت اور اسکے کلام کا معجزہ ھی ھے کہ ابو معاذ بن محمد شاھد پھولپور جیسا ننھا طالبعلم محض 7ماہ 4یوم اور محمد راغب بن حافظ محمد عثان پرنس ٹنیٹ ہاؤس سرائے میر جیسا معصوم صرف ،8ماہ 17یوم کی قلیل مدت میں قرآن جیسی عظیم کتاب کو اپنے سینے میں محفوظ کرلیتا ھے .....!

عقل کے بس کی بات نہیں کہ ان باتوں کا احاطہ کرسکے دنیا کے سارے کیلکولیٹر یہاں آکر فیل ھوجاتے ھیں...!!

خیر...

قابل مبارکباد ھیں وہ طلباء جو سال دو سال یا اس سے بھی کم مدت میں حاملین قرآن بن بیٹھے اور قابل مبارکباد ھیں وہ اساتذہ اور وہ والدین جنکی کوششوں کو رب نے قبولیت عطاء فرمائی.....!!

زمانہ کی تنقیدیں کبھی کبھی دل و دماغ کو اسقدر چھلنی کرجاتی ھیں کہ طبیعت بوجھل ھوجاتی ھے لیکن جب ان معصوم کلیوں کی مسکراھٹیں نگاھوں میں گھومتی ھیں تو دل باغ باغ ھوجاتا ھے آج جو خوشیاں ان معصوموں کے چہروں پر نظر آئیں ان سے حاصل ھونے والی خوشیوں کو لفظوں میں بیان کرپانا مشکل ھے ناقدین ھزار بیجا نقدوں کے باوجود اسکا ھزاروں حصہ بھی نہیں پاسکتے.....!

اور مجھے قوی امید ھیکہ ان معصوموں کے صدقہ و طفیل ھم جیسے خطاکار منتظمین کیلئے رب کریم آخرت کی راھیں آسان فرمادیگا اور انکی خدمت کو ھمارے لئے آخرت میں ذخیرہ بنادیگا.... ان شاءاللہ

الحمد للہ آج ١٧ / جنوری بروز جمعرات مدرسہ بیت العلوم کی وسیع و عریض مسجد، مسجد نزیر میں تکمیل حفظ قرآن کریم کی مجلس منعقد ھوئی جسمیں چوبیس طلباء حفظ قرآن جیسی عظیم نعمت سے بہرہ ور ھوئے اور آخر میں ناظم اعلی صاحب اطال اللہ عمرہ کی رقت آمیز دعاء پر یہ مجلس اختتام پزیر ھوئی اللہ تعالی ھم سبکو قرآن کی تعلیمات پر عمل اور اسکی تلاوت کا اھتمام کرنے والا بنائے آمین

ajwadullahph@gmail.com

فقہِ حنفی کا مختصر تاریخی ارتقاء!

بقلم :- مولاناؔمحمد انوار خان قاسمی بستوی

خدائے ذوالجلال نے ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین، جنابِ رسول اللہ ﷺ تک برگزیدہ انسانوں کی ایک مقدس جماعت کو مبعوث فرمایا جو آسمانِ رشد وہدایت کے تابندہ ودرخشندہ کہکشاں تھے۔ ہر دور میں اللہ رب العزت نے ہر نبی کی قوم کے شایانِ شان اور بشری تقاضوں کے مطابق ایک کامل اور جامع دستورِ حیات نازل فرمایا تاکہ اس کی روشنی میں انسانیت خدا کی معرفت حاصل کرسکے اور انبیاء کے لائے ہوئے دین کو حرزِ جان بناسکے۔ کم وبیش تمام انبیاء کے ایسے انصار وحوارین رہے ہیں جنھوں نے ان برگزیدہ ہستیوں کی رہنمائی کے مطابق اپنے دینی اور دنیوی امور کو ڈھالنے کو سعادت سمجھا اور ان کے ایک ایک حکم اور اشارے پر اپنی زندگیاں قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے۔ لیکن تمام انبیاء کے دور میں انسانوں کی ایک بڑی جماعت ان کی مخالفت کرتی رہی، ان کی دعوت کو دامے درمے سخنے قدمے نقصان پہونچاتی رہی، اور اس طرح سے شقاوت وبدبختی ان کا مقدر بن کر رہ گئی۔ یہی نہیں؛ بلکہ انبیاء کی ایک بڑی تعداد کو بنی اسرائیل کے ہاتھوں قتل تک کیا گیا۔ العیاذ باللہ۔

انبیاءِ کرام کے اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی جانب کوچ کرتے ہی متعدد دینی فرقے اور سیاسی جماعتیں اپنا ناپاک ایجنڈا لے کر سماج کے سامنے ظاہر ہوئیں۔ بعض نے ان انبیاء کی مقدس کتابوں میں تحریف کا بیڑا اٹھایا اور کتبِ مقدسہ کو ردوبدل کرکے

تختۂ مشق بنادیا، جب کہ بعض دیگر فتنہ پردازوں نے انبیاء کے دین میں خرافات واوہام، اور بے سروپا باتوں کو داخل کرکے دین کے ساتھ بد ترین تمسخر کیا، اور اس طرح سے خدا کے ذریعہ یہ بھیجی ہوئی کتابیں تحریف کی نذر ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کے لیے سامانِ زیغ وضلال بن گئیں۔

لیکن اللہ رب العزت نے انسانیت کے لیے اپنے سب سے آخری نبی محمد ﷺ کا انتخاب فرمایا اور آپ کو ایسی کتاب عطا کی جس کو ہمیشہ تمام تحریفات اور ردوبدل سے محفوظ رہنے کی خدائی ضمانت دے دی گئی ہے اور جسے کوئی بھی شخص کسی بھی دور میں تختۂ مشق نہیں بنا سکتا۔ چنانچہ قرآن جس طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پورے طور پر محفوظ تھا، بالکل اسی طرح سے یہ مقدس وحی آج بھی امتِ مسلمہ کے سامنے محفوظ ہے جس میں کسی بھی رد وبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ قرآن تمام سابقہ کتابوں کا نچوڑ، تکملہ اور تتمہ ہے اور تا روزِ قیامت پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے لیے آخری مصدرِ رشد وہدایت ہے، اس لیے اللہ تعالی نے اسے انتہائی جامع اور مکمل ترین شکل میں آخری وحی کے طور پر بھیجا، اور یہی کتاب مسلمانوں کا سب سے بڑا فقہی اور تشریعی مصدر ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کے اقوال وافعال، ارشادات وہدایات گویا کلام اللہ ہی کی شرح وتوضیح ہیں۔

دورِ نبوی میں خود رسول اللہ ﷺ تمام فقہی، سیاسی، علمی، اور اعتقادی مسائل کا حل اپنے اصحابؓ کے سامنے بقدرِ ضرورت پیش فرمایا کرتے تھے۔ صحابۂ کرامؓ کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، تو یہ حضرات بارگاہِ رسالت کی جانب رجوع فرماتے اور اپنے سوالات کے جوابات حاصل کرلیتے۔

لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام دوردراز ممالک میں پھیل گیا اور امت کے سامنے نئے نئے مسائل پیدا ہونے لگے۔ عالمِ اسلام میں بسنے والے مسلمانوں نے مسائل اور استفتاء کے لیے فطری طور پر مستند علماء وفقہاء کی جانب رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ صحابہؓ میں ایک تعداد ایسی تھی جو مسائل وفتاوی میں شہرت رکھتی تھی جنھیں فقہاءِ صحابہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے "النبذ في أصول الفقه "میں اور امام ابن القیمؒ نے "إعلام الموقعین" میں ان مجتہدینِ صحابہؓ کی تفصیل پیش کی ہے جن کی خدمت میں حاضر ہوکر صحابۂ کرامؓ اور تابعینِ عظامؒ اپنے دینی مسائل کا حل طلب کیا کرتے تھے۔

یقیناً صحابہؓ میں ایک جماعت اجتہاد وفتاوی کی ذمہ داری انجام دیتی تھے؛ لیکن عام طور پر ان کا یہ کام انفرادی ہوا کرتا تھا۔ ان کا کوئی مکتبِ فکر اور منظم مدرسہ نہیں تھا۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ منظم طور پر فقہ واجتہاد کا سلسلہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے مورخین لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے صحابی جن کو منظم اور اجتماعی انداز سے فقہ وفتاوی کے موضوع پر کام کرنے کا شرف حاصل ہے وہ ہیں معلم الامۃ، استاذ المسلمین، مجتہدِ اعظم، حلال المشکلات، خادمِ رسول، منبع الفقہ والفتیا، خادم الرسول، صحابی جلیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں: لم یکن أحد له أصحاب معروفون حرروا فتیاه ومذاهبه في الفقه غیر ابن مسعود. (ابن مسعودؓ کے علاوہ (صحابہ میں) کوئی ایسا نہیں گذرا ہے جس کے معروف تلامذہ ہوئے ہوں،
اور جس کے فقہی مسائل کو منضبط اور مرتب کیا گیا ہو۔) ملاحظہ فرمائیں: إعلام الموقعین ج۲ ص۳۶-۳۷

فقہِ حنفی: فقہ عمری وفقہِ مسعودی کا ارتقاء ہے

مورخ ابن جریرؒ کی مذکورہ عبارت کی بنیاد پر ہم بآسانی اس بات کا دعوی کرسکتے ہیں کہ سب سے پہلا اور سب سے مستند فقہی مدرسہ منظم طور پر عالمِ اسلام میں ظہور پذیر ہونے والا عبد اللہ بن مسعودؓ کا قائم کردہ مدرسہ ہے جو سیدنا عمر بن الخطابؓ کی زیر نگرانی سرزمینِ کوفہ میں وجود میں آیا۔ در اصل فقہِ حنفی اسی متوارث عمری ومسعودی فقہ کا ارتقاء وتوسیع ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے دور میں یہ فقہ آپ کے عبقری تلامذۃ کی بدولت اپنے عروج کو پہونچ گئی اور چار دانگِ عالم میں پھیل گئی اور اسلامی قانون کی شکل اختیار کرلی۔ اس کے بعد کوفہ میں فقہ واجتہاد کا جو سلسلہ جاری ہوا اس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔ سرزمینِ کوفہ کے فقہاء نے اپنے حیرت انگیز علمی اور فقہی اجتہادات، استنباطات اور استخراجات، اور قانونی تاصیل وتفریع، اور تحقیق وتدقیق کے ذریعہ فقہِ اسلامی کی جو خدمت کی ہے وہ انسانی تاریخ کا سب سے بڑا قانونی ذخیرہ ہے جس کی کچھ تفصیل آپ امام کوثریؒ کی اس کتاب میں آگے بھی پڑھیں گے۔

فقہِ حنفی کا شیوع

خلافتِ عباسیہ میں امام ابویوسفؒ کو جب قاضی القضاۃ کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا، اسی وقت سے فقہِ حنفی آسمان کی بلندیوں کو پہونچ گئی۔ گویا مذہبِ حنفی اسلام کا سرکاری مذہب بن گیا۔ اور پورے عالمِ اسلام میں قضاء کے عہدے سے اسی کو سرفراز کیا جاتا تھا جو مذہبِ حنفی کا ماہر اور متخصص ہوتا۔

خلافتِ عباسیہ کے بعد خلافتِ عثمانیہ میں طویل صدیوں تک مذہبِ حنفی ہی سرکاری مذہب رہا ہے۔ اس کے علاوہ مغلیہ سلاطین سارے کے سارے مذہبِ حنفی کے مقلد تھے اور سلطنت کے تمام احکام وفرامین مذہبِ حنفی ہی کی روشنی میں صادر فرمائے جاتے تھے۔ فتاوی ہندیہ سے آج کون ناواقف ہے؟ اس حیرت انگیز فقہی ذخیرہ کو بعد کی مغلیہ سلطنت کا قانونی دستاویز اور آئینِ مملکت مانا جاتا تھا۔

خلافتِ عباسیہ، خلافتِ عثمانیہ، اور سلطنتِ مغلیہ اسلامی تاریخ کے تین ربع سے زیادہ عرصہ کو محیط ہیں، اور اس بات سے ہر کوئی واقف ہے کہ یہ تینوں ہی حنفی مذہب پر کاربند رہے ہیں۔ اس مذہب کے شیوع کا سب سے اہم سبب ظاہر ہے اس کے بانیان کا اخلاص اور ان کی للٰہیت، اور ان کا فقہی تعمق اور قانونِ شریعت کا غیر معمولی احاطہ ہے؛ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس مذہب کے اصولِ استنباط میں وہ طاقت اور لچک ہے جو کسی بھی دور میں فقہِ اسلامی کو درپیش چلنج کا بھر پور جواب دینے کے لیے کافی ہے اور اس تغیر پذیر دنیا میں کسی بھی وقت ان اصولوں کی روشنی میں نت نئے مسائل وحوادث ووقائع ونوازل کا کافی وشافی حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ امام ابن حزم ظاہریؒ کا یہ دعوی بالکل بے بنیاد ہے کہ اگر مذہب حنفی کے پیچھے حکومت کارفرما نہ ہوتی تو یہ مذہب نہ پھیلتا؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومتیں اس مذہب کو اختیار کرنے پر ایک طرح سے مجبور تھیں۔ کسی بھی حکومت کو چلانے کے لیے ایسا قانونی ڈھانچہ چاہیے جو تمام انسانی شعبوں اور دینی ودنیاوی گوشوں کا کامل احاطہ کرتا ہو اور ظاہر ہے یہ خوبی مذہبِ حنفی سے زیادہ کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

مذہبِ حنفی کی حیرت انگیز وسعت وجامعیت

جو فقیہ بھی امورِ قضائیہ اور مسائلِ اجتہادیہ کا بغور مطالعہ کرے گا اور پھر مختلف مذاہب ومسالک کا اصولی وفروعی جائزہ لے گا وہ اس حقیقت کو قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مذہبِ حنفی کے اندر واقعی ایسی حیرت انگیز جامعیت وہمہ گیریت ہے جس نے اس مذہب کی مقبولیت کو اوجِ ثریا پر پہونچا دیا اور آج تک تاریخ انسانیت میں اتنا عظیم اور منظم قانونی مذہب اور مسلک کوئی پیش نہ کرسکا۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر مذاہب کے مقلدین بھی نکاح وطلاق، بیوع ومعاملات کے بے شمار مسائل میں فقہِ حنفی کی تقلید کو ترجیح دیتے ہیں۔

مذہبِ حنفی کی اسی حیرت انگیز وسعت وجامعیت کا ذکر کرتے ہوئے فقیہ الادباء، ادیب الفقہاء، علامہ علی طنطاویؒ "رجال من التاریخ" ص۲۵۳-۲۵۴ میں فرماتے ہیں: والمذهب الحنفي اليوم أوسع المذاهب انتشارا، وأوسعها فروعا وأقوالا، وهو أنفع المذاهب في استنباط القوانين الجديدة، والاجتهادات القضائية، يليه في كثر الفروع المذهب المالكي، وقد عرفت ذلك في السنين التي اشتغلت فيها بوضع مشروع قانون الأحوال الشخصية، وسبب ذلك أن المذهب الحنفي صار مذهب دولة مدة العباسيين والعثمانيين، وهي ثلاثة أرباع التاريخ الأسلامي، والمالكي مذهب المغرب طول هذه المدة، فكثرت فيهما الفروع والمناقشات، أما المذهب الشافعي فلم يكن مذهبا رسميا الا حقبة قصيرة أيام الأيوبيين، بينما اقتصر المذهب الحنبلي على نجد والحجاز اليوم. (مذہبِ حنفی آج پوری دنیا میں تمام مذاہب میں سب سے زیادہ متداول اور شائع مذہب ہے، اور اسی طرح سے فقہی جزئیات واقوال کے اعتبار سے یہ مذہب سب سے زیادہ مالامال ہے۔

نت نئے قوانین وضوابط کے استنباط، اور قضاء سے متعلق اجتہادات میں اس سے زیادہ نافع مذہب کوئی بھی نہیں ہے۔ مذہبِ حنفی کے بعد کثرتِ فروع وجزئیات میں دوسرا مذہب مالکی ہے۔ مجھے اس کا اندازہ ان سالوں میں ہوا جب میں پرسنل لاء کی منصوبہ سازی پر کام کر رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عباسی اور عثمانی خلافتوں کے دوران مذہبِ حنفی سرکاری مذہب تھا، اور یہ دونوں ہی خلافتیں تاریخِ اسلام کے تین ربع کو محیط ہیں، جب کہ اس پوری مدت میں مالکی مذہب اندلس کا سرکاری مذہب رہا ہے، اسی لیے ان دونوں ہی مذاہب میں فروعی مسائل اور فقہی مناقشات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس مذہبِ شافعی ایوبی سلطنت کے دوران ہی مختصر مدت کے لیے سرکاری مذہب کی حیثیت رکھتا تھا، جب کہ حنبلی مذہب اس وقت نجد اور حجاز میں میں محدود ہو کر رہ گیا ہے۔)

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کی شہادت

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا مستشرقین اور مغربی مصنفین کا عظیم ترین علمی اور ادبی کارنامہ ہے اور اسے انگریزی زبان کا سب سے اہم موسوعہ مانا جاتا ہے۔ اس انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے فقہِ حنفی کی ہم آہنگی ، لچک اور وسعت کا اعتراف مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

The school of Abū Ḥanīfah acquired such prestige that its doctrines were applied by a majority of Muslim dynasties. His legal acumen and juristic strictness were such that

Abū Ḥanīfah reached the highest level of legal thought achieved up to his time. Compared with his contemporaries, the Kufan Ibn Abī Laylā (d. 765), the Syrian Awzāʿī (d. 774), and the Medinese Mālik (d. 795), his doctrines are more carefully formulated and consistent and his technical legal thought more highly developed and refined.

(یعنی ابوحنیفہؒ کے مذہب کو اتنا اثر ورسوخ حاصل تھا کہ اکثر اسلامی خلافتیں اور بادشاہتیں اسی مذہب کی پیروکار تھیں۔ ابوحنیفہؒ کی قانونی اور فقہی بصیرت وذکاوت اس زمانہ تک حاصل کی گئی قانونی فکر کے سب سے اعلی معیار تک پہونچی ہوئی تھی۔ اپنے معاصرین ابن ابی لیلیؒ کوفی متوفی ۷۶۵ء، اوزاعیؒ شامی متوفی ۷۷۴ء، اور مالک مدنیؒ متوفی ۷۹۵ء کے مقابلہ میں آپ کے اصول کی تشکیل زیادہ محتاط انداز سے کی گئی ہے اور اس میں استقلال اور ہم آہنگی زیادہ ہے اور آپ کے علمی اور قانونی افکار اوروں کے مقابلہ میں زیادہ معیاری انداز سے مرتب اور منقح کئے گئے ہیں۔) ملاحظہ فرمائیں انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۱ ص ۱۹۔

مذہبِ حنفی اور علماءِ دیوبند

فقہِ حنفی کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ اس مذہب کو فروغ دینے میں علماءِ عراق کا ہاتھ رہا ہے۔ ظاہر ہے اس مذہب کی تاسیس، اور ترتیب وتدوین کا حیرت انگیز کارنامہ اسی سرزمین کے ایک عظیم اور

تاریخی شہر کوفہ کے حصے میں آیا۔ اس کے بعد خلافتِ عباسیہ میں صدیوں تک اس مذہب کے پیروکاروں اور فقہاء و محدثین نے اس مذہب کی تائید اور تقویت کے لیے متعدد تصانیف لکھیں۔ عباسی دور کے بعد خلافتِ عثمانیہ کا زریں دور شروع ہوتا ہے جس میں فقہِ حنفی پر ہزاروں اہم کتابیں تصنیف کی گئیں اور اس مذہب کو اصولی اور فروعی طور پر نہایت مدلل اور منقح کیا گیا۔

آخری دور میں سر زمینِ ہند کو اللہ نے گوناگوں نعمتوں سے نوازا اور اس ملک میں ایسے عباقرہ اور حیرت انگیز رجالِ کار پیدا کئے جنھوں نے زہد وتصوف میں شبلی وجنید بغدادی، اور فکر وفلسفہ میں رازی وغزالی، حدیث ورجال میں ذہبی وابن حجر، فقہ واصول میں مرغینانی وسرخسی، تفسیر میں زمخشری اور جرجانی، اور اسرار وحقائق میں حارث محاسبی اور ابن عربی کی یادیں تازہ کردیں اور ایشیاءِ کوچک ان عہد ساز شخصیتوں کے علوم وفنون، مجاہدانہ کارناموں، اور ہو حق کی صداوں سے گونجنے لگا۔

اسی دور میں علماءِ ربانیین کی ایک جماعت نے مجددِ اسلام، امام المتکلمین حضرت نانوتویؒ متوفی۱۲۹۷ھ کی زیرِ قیادت ایشیاء کی عظیم ترین یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالی۔ اس ادارے سے منسلک اور یہاں کے فارغ التحصیل علماء وفقہاء، محدثین ومفسرین، فلاسفہ ومتکلمین، عباد وزہاد، خطباء وواعظین، سیاسی ماہرین ومجاہدین نے برِ صغیر میں ایک علمی اور فکری انقلاب برپا کردیا۔ اسی کاروانِ علم ودانش اور مرکزِ فکر وآگہی سے تعلق رکھنے والی شخصیتوں نے جہاں دین کے تمام شعبوں میں تجدیدی کارنامہ انجام دیا، وہیں ان حضرات نے مذہبِ حنفی کی عظیم خدمت کی اور اس مذہب پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دئے اور فقہِ حنفی کی تائید وتقویت میں ان حضرات نے عربی اور اردو زبان میں سیکڑوں ایسی تصانیف رقم کیں جو اس وقت علمی اور فکری تاریخ کا ایک لازوال حصہ بن چکی ہیں اور بر صغیر میں اسلامی علوم وفنون

کے بقاء کی ضامن بن چکی ہیں۔ امام المتکلمین، محمد قاسم نانوتویؒ ،سید الطائفہ، فقیہ و مجتہد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، محدثِ کبیر مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، امامِ حریت، بطلِ جلیل، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، محدثِ ناقد، علامہ ظہیر احسن نیمویؒ، محدثِ عدیم النظیر، امام العصر محمد انور شاہ کشمیری، حکیم الامت المحمدیہ، مجدد الملۃ الاسلامیہ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، محقّق العصر، متکلمِ اسلام، شارح صحیح مسلم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الاسلام، مجاہدِ آزادی مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتیِ اعظم، شیخ الحدیث، محققِ ماہر، شیخ کفایت اللہ دہلویؒ، محدثِ کبیر، مولانا عبد العزیز پنجابیؒ، محدثِ جلیل، شیخ مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ، محدثِ عظیم، متکلمِ دوراں، مفسرِ بے مثال، شارحِ مشکوۃ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفسرِ دوراں، علامہ مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، شیخ الحدیث،مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، داعیِ اسلام، امامِ ربانی، عالمِ ملہم شیخ محمد یوسف کاندھلویؒ، محدثِ وقت، علامہ بدرِ عالم میرٹھی، محدثِ ناقد، فقیہِ جلیل، شیخ ظفر احمد عثمانیؒ، محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ، محدثِ جلیل، شیخ حبیب الرحمن اعظمیؒ، محدثِ ناقد، شیخِ ماہر، علامہ محمد عبد الرشید نعمانیؒ وغیرہ حضرات نے مذہبِ حنفی کی خدمت اور تائید میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ ان ائمہ کی تصانیف اور کتابوں میں تقریباً تمام مباحث میں کچھ ایسے علمی نکات ولطائف ملتے ہیں جس کا ذکر قدیم مصنفین وشارحین تک کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ چنانچہ فقہِ حنفی کی تائید میں ان بلند پایہ دیوبندی علماء کی جو عربی اور اردو شروحات وحواشی اور تعلیقات وامالی ہیں ان میں جا بجا ایسی تاویلات و تفسیرات، تشریحات وتوضیحات، جمع و تطبیق، اور توفیق وترجیح کے کچھ ایسے علمی نمونے بیان کئے گئے ہیں جو متقدمین کی کتابوں تک میں دستیاب نہیں ہیں، اور یہ ان اکابر وعظماء کی عبقریت و تبحرِ علمی کا بیّن ثبوت ہیں۔

دیوبند: حنفیت کا سب سے عظیم مرکز

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریباً پچھلی دو صدی سے اللہ رب العزت نے اہلِ ہند کو اپنی خاص عنایات وتوجہات سے بہرہ مند کیا ہے، اور اس پورے عرصے میں جہاں دیوبند نے پوری دنیا میں اپنے لازوال علمی اور اصلاحی نقوش چھوڑے ہیں، وہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ نے اس سرزمین کو مذہبِ حنفی کا سب سے بڑا مرکز بنادیا ہے۔ دیوبند کے جہاں بہت سارے امتیازات ہیں، وہیں اس مکتبِ فکر کا ایک اہم امتیاز دفاع عن المذہب الحنفی ہے۔ حنفیت دیوبندیت کا اہم ترین عنصر ہے۔ مفکرِ اسلام مولانا ابو الحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ دیوبندیت کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب "المسلمون في الهند" ص ۱۱۴-۱۱۶ میں بجا طور پر فرماتے ہیں: وشعارُ دار العلوم دیوبند: التمسّکُ بالدِّین، والتصلُّب في المذهب الحنفي، والمحافظة علی القدیم، والدّفاعُ عن السُنّة. (یعنی دار العلوم دیوبند کا شعار دین کو مضبوطی سے تھامنا، مذہبِ حنفی پر سختی سے کاربند رہنا، اور قدیم روایات کو زندہ رکھنا، اور دفاع عن السنہ ہے۔) مفکر اسلام مولانا ابوالحسن ندویؒ نے اپنے مورخانہ اور مفکرانہ اسلوب میں چند لفظوں میں دیوبند کی جو نہایت جامع تعریف پیش کی ہے وہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے اور تصلب فی المذہب الحنفی واقعی اس مکتبِ فکر کا نہایت اہم عنصر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے بانیان نے روزِ اول ہی سے اس مذہب کی خدمت کی اور سیدنا عمر بن الخطابؓ، سیدنا علی ابن ابی طالبؓ اور خاص کر سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس متوارث فقہ کی ہر طرح سے حفاظت اور آبیاری کی ہے۔

دیوبند کے ذریعہ مذہبِ حنفی کی اشاعت اور حضرت نانوتویؒ کا خواب

روزِ اول ہی سے کچھ ایسے منامات اور بشارتیں ہمارے علماء نے ذکر کئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی خاص حکمت کی بنا پر حضرت نانوتویؒ کے ذریعہ قائم کردہ اس عظیم یونیورسٹی کو حنفیت کا سب سے عظیم قلعہ بنایا۔ اس سلسلے میں ایک خواب ہمارے علماء بکثرت اپنی کتابوں میں بیان فرماتے ہیں۔ ارواحِ ثلاثہ ص۲۲۱ کی روایت ہے کہ: خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتویؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں خانۂ کعبہ کی چھت پر کسی اونچی شیٔ پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاوں سے ٹکرا کر جاتی ہے۔ اس خواب کو انھوں نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ برادر شاہ محمد اسحاق صاحبؒ سے اس عنوان سے بیان فرمایا کہ حضرت ایک شخص نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے تو انھوں نے یہ تعبیر دی کہ اس شخص سے مذہبِ حنفی کو بہت تقویت ہوگی اور وہ پکا حنفی ہوگا اور اس کی خوب شہرت ہوگی؛ لیکن شہرت کے بعد اس کا جلدی انتقال ہوجائے گا۔ اور میں نے یہ خواب اور اس کی تعبیر خود مولانا نانوتویؒ سے سنی ہے۔ مولانا کا قاعدہ تھا کہ جب عام لوگوں میں اس خواب کو بیان فرماتے، تو فرماتے ایک شخص نے ایسا خواب دیکھا تھا؛ لیکن خاص لوگوں سے فرمادیتے تھے کہ یہ خواب میرا ہے۔ جب مولانا نے مجھ سے یہ خواب بیان فرمایا، اس وقت میں اکیلا تھا اور پاؤں دبارہا تھا اور مولاناؒ نے بے تکلف مجھ سے اپنا نام لیا تھا۔''

اگرچہ خواب شریعت میں حجت نہیں ہے؛ لیکن استیناس کے لیے خواب کا ذکر کرنا متقدمین ومتاخرین کے یہاں مستحسن مانا گیا ہے؛ اور اگر کوئی خواب کسی عظیم

عالم دیوبندم کا ہو اور اس خواب کی تعبیر بھی کسی عظیم ہستی کی جانب سے بیان کی جائے، تو پھر خواب کافی با معنی اور اہم ہو جاتا ہے۔ صحیحین کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ) یعنی نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا وہ خواب تواریخ وطبقات کی کتابوں میں موجود ہے جس کی تعبیر ابن سیرینؒ نے بیان فرمائی تھی۔

حافظ ذہبیؒ "مناقب أبي حنيفة وصاحبيه" ص۳۶میں فرماتے ہیں: "عَنْ أَبِي يُوسُفَ، قَالَ: رَأَى أَبُو حَنِيفَةَ كَأَنَّهُ يَنْبُشُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْخُذُ عِظَامَهُ يَجْمَعُهَا، وَيُؤَلِّفُهَا، فَهَالَهُ ذَلِكَ، فَأَوْصَى صَدِيقًا لَهُ إِذَا قَدِمَ الْبَصْرَةَ أَنْ يَسْأَلَ ابْنَ سِيرِينَ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: هَذَا رَجُلٌ يَجْمَعُ سُنَّةَ النَّبِيِّ وَيُحْيِيهَا."

(یعنی ابو یوسفؒ بیان فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے خواب دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کھود رہے ہیں، اور جسم اطہر کی ہڈیاں جمع کر رہے ہیں اور انھیں جوڑ رہے ہیں۔ اس خواب سے آپ بڑے خائف ہوئے، اور اپنے ایک دوست سے یہ کہا کہ جب وہ بصرہ جائیں تو ابن سیرینؒ سے اس خواب کی تعبیر دریافت فرمالیں۔ چنانچہ انھوں نے جب ابن سیرینؒ سے سوال کیا، تو ابن سیرینؒ نے جواب دیا: یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی سنت کو جمع کرے گا اور اس کا احیاء کرے گا۔)

امام ذہبیؒ اسی کتاب میں علی ابن عاصمؒ کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ نے فرمایا: "رَأَيْتُ كَأَنِّي نَبَشْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَزِعْتُ وَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ رِدَّةً عَنِ الإِسْلامِ، فَجَهَّزْتُ رَجُلًا إِلَى الْبَصْرَةِ، فَقَصَّ عَلَى ابْنِ سِيرِينَ الرُّؤْيَا، فَقَالَ: إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَا هَذَا الرَّجُلِ فَإِنَّهُ يَرِثُ عِلْمَ نَبِيٍّ".

(میں نے خواب دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر کھود رہا ہوں، جس کی وجہ سے میں سہم گیا، اور مجھے اس بات کا اندیشہ ہونے لگا کہ یہ کہیں میرے مرتد ہونے کی جانب اشارہ تو نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے ایک شخص کو بصرہ بھیجا، اور اس نے ابن سیرینؒ کے سامنے سارا واقعہ سنایا۔ ابن سیرینؒ نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا: اگر اس شخص کا خواب سچا ہے، تو یہ علومِ نبوت کا وارث ہو گا۔)

خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی دو صدی سے دیوبندی مکتبِ فکر کو عالمی طور پر مذہبِ حنفی کا سب سے بڑا ترجمان اور عظیم قلعہ کی حیثیت حاصل ہے۔ آج پوری دنیا میں علماءِ دیوبند کی علمی، فکری اور فقہی خدمات سے اہلِ ایمان سیراب ہورہے ہیں اور اپنی دینی ضرورتیں پوری کر رہے ہیں۔

مفتی محمد انوار خان قاسمی بستوی، مینیجنگ ڈائریکٹر انڈو عرب ملٹی لنگول پرائویٹ لمٹید، ایڈیٹر اسلامک لٹریچر رویو، نائب صدر معہد الفکر الاسلامی، دیوبند

قسط نمبر 2

پیر مغاں کی مجلس میں چند ساعتیں!

بقلم :- مولانا عبد المالک بلند شہری

شیخ اشرف کے آخری ساقی کے میکدہ سے تشنگان محبت و معرفت شادکام ہوکر سارے عالم میں پھیل گئے ۔۔ ۔ انہوں نے بھی اسی فکر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور اسی ڈگر پر چلنے کو باعث سعادت سمجھا جس پر ان کے اسلاف و اکابر چلے تھے ۔۔۔۔مولانا ابرارالحق رح(1920۔2005) نے تعلیم قرآن ، تصحیح آذان ، تبلیغ سنت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دین اسلام کے تمام شعبوں کو حیات نو بخشنے اور ان کے جسم کُشتہ و تن مردہ میں نئ روح پھونکنے اور ان کی فکر کو صحیح رخ عطا کرنے کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کیا ۔۔ان کی روشن خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں ۔۔ان کی وفات پر ملال 2005 کے بعد بھی ان کا فیض بدستور جاری و ساری ہے ۔۔مواعظ و ملفوظات ، تصنیفات و تالیفات کے علاوہ مجازین کی ایک بڑی تعداد ہے جو ان کے لئے صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔بعد از وفات ان کے منتسبین میں جن اصحاب دل و معرفت نے مرکزیت و مرجعیت حاصل کی ان میں دو نام قابل ذکر ہیں دونوں بعض صفات و کمالات میں بڑی حد تک یکسانیت رکھتے ہیں، دونوں عرصہ دراز تک محی السنہ رح کے زیر تربیت رہے اور دونوں ہی نے ان کا اعتماد حاصل کیا مرشد کے انتقال کے بعد دونوں ہی نے احسان و تزکیہ کے حوالہ سے وہ نام کمایا کو کمیاب ہے ۔ ان میں سے ایک پڑوسی ملک کے ممتاز صاحب ارشاد بزرگ، شاعر بے مثال، ماہر حکیم ، حضرت مولانا شاہ محمد اختر پرتابگڑھی نور اللہ مرقدہ(1928۔2013) ہیں جن کو بجا طور پر رومی زمانہ کہا جاسکتا ہے ۔۔

مثنوی شریف جو مولانا رومی رح کی معرکۃ آراء کتاب ہے جس میں لطائف و حکم کا ایک جہاں آباد ہے اس کی ایسی عمدہ و دلنشین تشریح کی اور عام فہم اسلوب میں اس کی ایسی توضیح کی کہ اہل علم حضرات اس کو پڑھ کر عش عش کر اٹھے ۔۔اصحاب دل نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔۔بہت ہی قلیل عرصہ میں متعدد ایڈیشن شائع ہوکر فروخت ہوگئے ۔۔۔جس نے اس کو پڑھا وہ بےساختہ یہ کہہ اٹھا کہ عارفِ رومی کی عارفانہ کتاب کی عارف باللہ نے بڑے ہی عارفانہ انداز میں تسہیل و تشریح کرکے معرفت کے طالبوں کو عارف باللہ بنانے کا آسان نسخہ مہیا کردیا ہے ۔۔حکیم اختر صاحب کو دو موضوعات پر تخصص حاصل تھا۔۔ایک حسیناوں کی خمیدہ زلفوں کے اسیر مریضان عشق کو معرفت الہی اور محبت حقیقی کی نعمت سے مالا مال کرنے کی ساحرانہ قوت اور دوسری دلوں کی آلائشوں ، قلب کی غلاظتوں اور اخلاق کے گندگیوں کو دور کرکے فکر کو پختگی، روح کو تازگی ، اخلاق کو بلندی اور دل کو درد محبت و نالہ نیم شبی و آہ سحر گاہی کی لذت سے شادکام کرنے کی لطیب تدبیر ۔۔وہ ایک ایسے مولوی تھے جن کے ارد گرد یونیورسٹیوں کے طلباء پروانہ وار جمع ہوتے اور اپنی بے کل روح کو تسکین بہم پہونچاتے ۔۔کالجوں کی بدنام زمانہ و بدکرادر مگر نیک ضمیر طالبات مکاتبت و مراسلت کے ذریعہ صاف و شفاف زندگی گزارنے اور شرعی اصولوں کی پاسداری کرنے کا تہیہ کرتیں اور توبہ کرکے زمرہ صالحات میں شامل ہوکر آسمانی مخلوقات کے لئے رشک کا باعث بنتیں۔۔کبھی ایسا ہوتا کہ اس سلسلہ میں وہ اس قدر ترقی کرتیں کہ نیک خانوادہ کی دوشیزائیں بھی ان کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتیں اور ان کی صحبت کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ سمجھتیں ۔۔پتا نہیں کتنے حرماں نصیبوں نے ان حکیم صاحب کے ذریعہ متاع گراں مایہ پائی ۔۔کتنے گم گشتہ راہوں نے راہ ہدایت کا پتا معلوم کیا۔۔کتنے تشنگان نے مے محبت و صہبائے عشق سے اپنی کہنہ تشنگی کو بجھایا

اور ظلمتوں و غلاظتوں سے مملو دل کو مانجھ کر صیقل کیا ۔۔ ایمانی حلاوت سے شادکام ہوئے ، اسلامی لذت حاصل ہوئی ۔۔ قلب میں وہ نور پیدا ہوا جو ہزاروں کے دلوں کو منور کرگیا ۔۔۔ حکیم صاحب نے ظاہری امراض و جسمانی اسقام کے ساتھ ساتھ باطنی بیماریوں کا بھی عمدہ علاج کیا ۔۔ اس سلسلہ میں وہ ایسے نسخہ تجویز کرتے جو تیر بہدف ہوتے اور مریض کو جلد ہی گوہر مقصود سے نوازدیتے ۔۔۔ اس عظیم مرشد کو بھی اپنے پیش رووں کی طرح تقوی و استغناء، خلوص و للّٰہیت ،زہد و ورع اور تعلق مع اللہ و اہتمام سنت کی بناء پر وہ مقبولیت و مرکزیت حاصل ہوئی جس نے انہیں گوشہ خمول سے نکال کر سپہر تصوف و افق سلوک پر جلوہ آراء و ضیاء پاش کردیا ۔۔۔ اگر حکیم صاحب کو ایک لفظ کے ذریعہ بیان کرنا ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ لفظ محبت بھی اپنی تنگ دامنی پر شکوہ کناں ہوجائے ۔۔ سراپا عشق و محبت ۔۔ ان کے بیانات مواعظ درد و محبت پڑھ جایئے قساوت قلب رقت میں تبدیل ہوتی ہوئی صاف طور پر محسوس ہوگی اور اشک ندامت ابروئے چشم سے نکل کر رخساروں پر پھیل جائیں گے اور توجہ الی اللہ کی عظیم کیفیت محسوس ہوگی ۔۔ حکیم صاحب رح سے تربیت پانے والوں کی تعداد لاکھوں میں ہے البتہ اصلاح و تربیت کے ذریعہ ان کے فیض با اثر سے خاطر خواہ استفادہ کرنے والے خلفاء مجازین کی تعداد سات سو سے بھی متجاوز ہے جن میں ہندوستان، مملکت خداداد ،برما، سعودی عرب، افریقاء،بنگلہ دیش اور امریکا جیسے ممالک کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد ہے ۔۔۔ دارالعلوم وقف دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ کشمیری رح (1928۔2008)ابن علامہ انور شاہ کشمیری رح(1876۔1933)، سید الملت ، جانشین شبلی علامہ سید سلیمان ندوی رح(1884۔1953) کے صاحبزادہ مولانا ڈاکٹر سلمان ندوی مدظلہ(ولادت1931) پروفیسر ڈربن یونیورسٹی، مشہور مناظر مولانا الیاس گھمن مدظلہ(ولادت1969) ،

مولانا مفتی عبد اللہ بلندشہری مدنی (1970) ، معروف ادیب و صحافی آل انڈیا تنظیم علمائے حق کے صدر مولانا اعجاز عرفی قاسمی مدظلہ سمیت متعدد ارباب علم و دانش و اصحاب فکر و عمل ان کے مجازین میں شامل ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاری

دعا!

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی قاسمی

آج 2019 کا پہلا مہینہ یعنی جنوری کی پہلی تاریخ ہے
میری دعا ہے کہ اللہ تعالی اس نئے سال کو تمام مسلمانوں کے لئے
خیر و برکت، صحت و عافیت، تعمیر وترقی اور اتحاد و اتفاق والا سال بنائے ،
نہ کسی کی متاع جاں لٹے ،
نہ کسی کی عزت پہ حرف آئے ،
نہ کوئی مکیں کسی مکاں سے ہو جدا ،
نہ ہجر بے اماں کا ہو گماں ،
رہے رسم وراہ میں ہر کوئی باوفا ،
کسی کی سیمیں جبیں پہ نہ بل دکھے ،
نہ آنکھوں سے اشکوں کی لڑی ٹوٹ ٹوٹ کر گرے ،
کسی کے دامن پہ نہ داغ آئے ،
نہ کسی کا دل ملول ہو ،
کوئی نہ شہر میں بے لباس پھرے ،
تو مجھے ایسے لمحوں میں قید کردے جہاں پیار ہی پیار ملے ،

اردگانِ ہند، اسدالدین اویسی، حیدرآباد، دکن

بقلم :- مولانا فضیل احمد ناصری، دیوبند

الٰہی ! بھیج دے ملت کو کوئی راہ داں اپنا
حوادث کی طرف پھر چل پڑا ہے کارواں اپنا

نظر ترچھی کیے بیٹھے ہیں ہم پر پھر صنم خانے
ابولہبی شراروں کی ہے زد میں آشیاں اپنا

جہانِ کفر پھر **اک دین** بن کر سامنے آیا
نہیں بزمِ جہاں میں کوئی یارب مہرباں اپنا

الٰہی! پھر جنوں والوں کی ملت کو ضرورت ہے
ہوا جاتا ہے خالی بلبلوں سے گلستاں اپنا

مسرت ہے کہ اک تازہ ہوا آئی ہے **دکّن** سے
اٹھا ہے سر بکف اک **حیدرآبادی** جواں اپنا

بچا رکھی ہے اس **شیر ببر** نے عزتِ مسلم
سیاست کے افق پر ہے یہی اک **ترجماں** اپنا

اذاں دیتا ہے وہ **بت خانۂ ہندی** میں جا جاکر
اسی کے دم سے زندہ ہے چراغِ ضوفشاں اپنا

لہومیں جوش ہےاس سے ہی اب ہندی مسلماں کا
ملا امت کو اسکی شکل میں اک **ہم زباں** اپنا

تزلزل اس کی للکاروں سےہے **ایوانِ باطل** میں
مجاہد بن کے رکھتا ہے برَہمن میں بیاں اپنا

نہ اسکو موت کی پروا، نہ زنجیروں کا ڈر اسکو
جہاں جاتا ہے رکھ دیتا ہے وہ دردِ نہاں اپنا

خداوندا سلامت رکھ! **اویسی** کی جوانی کو
یہی ہے ہند کی دھرتی پہ **طیب اردگاں** اپنا

ناصری صاحب کے کلام ، پر تبصرہ

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

واہ واہ سبحان اللہ۔ماشاء اللہ
کیا زبردست کلام اور شعری پیکر میں خراج تحسین ہے'۔
مولانا فضیل احمد ناصری بنیادی طور پر حدیث وفقہ کے ایک استاذ ہیں'اور بلاشبہ یہی ان کا میدان ہے'۔
لیکن جب سخنوری کی وادی میں اترتے ہیں تو اپنی شاعرانہ عظمت کی دھاک دلوں میں بٹھاجاتے ہیں۔
قدرت نے انھیں تجربات و مشاہدات کو نظم کرنے کی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔جس قدر سرعت کے ساتھ ان کے تخیلات نظم کے پیرہن کا روپ اختیار کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے،
کمال یہ ہے کہ فنی اعتبار سے ان کے اشعار انتہائی قد آور اور حسن صنعت سے آراستہ ہوتے ہیں۔
اس شعر کی برجستگی دیکھئے کس قدر چابکدستی سے دعائیہ جملوں کے ساتھ ایک قیادت کی بصیرت صرف ایک مصرعے میں سمٹ آئی ہے'۔
خداوندا سلامت رکھ اویسی کی جوانی کو۔
یہی ہے'ہند کی دھرتی پہ طیب اردگاں اپنا۔

شرف الدین عظیم قاسمی

بدرِ دین !

بقلم :- مولانا عبد المالک بلند شہری

آزادی ہند(1947) کے بعد سے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اور وہ جس کسمپرسی و زبوں حالی کا شکار ہوئے وہ محتاج بیان نہیں ۔ تعلیمی ، سیاسی ، سماجی ، معاشرتی اور رفاہی ہر میدان میں ان کو منصوبہ بند سازش کے تحت پیچھے دھکیلا گیا اور ان کا ہر حکومت میں استحصال کیا گیا ۔۔اپنوں اور غیروں کی کرم فرمائیوں کی وجہ سے مسلمان پسماندگی کی انتہا کو پہنچ گئے ۔۔ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جن قد آور لیڈر اور بے لوث رہنما امت مسلمہ کو دستیاب ہوئے ان میں قائدین رفتگاں میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رح(1888۔1958)، مولانا عتیق الرحمن عثمانی رح بانی دارالمصنفین دھلی المتوفی 1984)، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رح، مولانا اسعد مدنی رح(1928۔2006)، مولانا اسرارالحق قاسمی رح(1942۔2018) وغیرہ جب کہ موجودہ دور میں مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ(1941) صدر جمعیہ علماء ہند، مولانا سید محمود مدنی مدظلہ(1967) جنزل سیکریٹری جمعیہ علماء ہند ، ای ابوبکر صاحب مدظلہ صدر پاپولر فرنٹ آف انڈیا ، نقیب ملت جناب اسد الدین اویسی مدظلہ صدر مجلس اتحاد المسلمین، مولانا عامر رشادی مدظلہ ، مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ(1935) امیر جماعت اسلامی ہند، وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔یہ وہ عظیم المرتبت قائدین ہیں جو ملت کی چارہ سازی میں مشغول ہیں ۔۔ عظمت رفتہ کی بازیافت کے لئے ہمہ دم سرگرم عمل ہیں ۔۔ تعلیمی ، سماجی ، سیاسی اور رفاہی ہر میدان ان کی توجہات سامیہ کا مرکز اور جدوجہد کا محور ہے ۔۔اسی سلسلہ الذھب کی اہم کڑی آسام کی معروف

شخصیت، آل انڈیا یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کے بانی مبانی و صدر، ممبر آف پارلیمنٹ، صدر جمعیہ علماء ہند صوبہ آسام ،چانسلر دارالعلوم باسکنڈی آسام،رکن مجلس انتظامی ندوۃ العلماء لکھنو ، ڈائیرکٹر شیخ الہند اکیڈمی دیوبند، چئرمین دارالعلوم یتامی آسام،رکن شوری دارالعلوم دیوبند جناب مولانا بدرالدین اجمل قاسمی دامت برکاتہم العالیہ بھی ہیں جو اپنی مخلصانہ کوششوں اور دینی خدمات کی بنا پر ملک بھر میں مشہور ہیں ۔۔مولانا کی ولادت 1950 ء میں ماہ فروری کی 12 تاریخ کو آسام میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم متعدد جگہ حاصل کرنے کے بعد اعلی تعلیم کے لئے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور وہیں سے فراغت حاصل کی ۔۔بخاری شریف حضرت مولانا شریف حسن رح سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ۔۔ان کے علاوہ مولانا فخرالحسن مرادآبادی رح، مولانا معراج الحق دیوبندی رح سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ،خطیب الاسلام مولانا سالم قاسمی رح، مولانا انظر شاہ کشمیری رح خلیفہ شاہ حکیم اختر رح، وغیرہ سے کسب فیض کا زریں موقع ملا ۔۔آپ کے دور میں حکیم الاسلام مولانا قاری طیب رح(1897۔1983) کے مہتمم تھے ۔ان سے حجۃ اللہ البالغۃ پڑھنے کا بھی شرف حاصل ہوا ۔۔۔فراغت کے بعد آپ جمعیہ علماء ہند سے وابستہ ہوئے اور کافی ملی خدمات انجام دیں ۔۔آسامی مسلمانوں کی زبوں حالی ، اور تعلیمی و سیاسی میدان میں پسماندگی اور جہالت و ناخواندگی کو دور کرنے کے لئے آپ نے توکلا علی اللہ ایک سیاسی تنظیم کی بنیاد ڈالی جس نے کم عرصہ ہی میں بڑی نیک نامی حاصل کی ۔۔بدر صاحب زمینی سطح پر کام کرنے کے عادی ہیں ۔۔تعلیمی میدان میں مسلمانوں کی ترقی کے لئے آپ نے مرکز معارف ٹرسٹ قائم کیا جس کے تحت پورے ملک میں متعدد دینی مدارس اور عصری مراکز مصروف عمل ہیں ۔۔اس کے علاوہ مسلم طالبات کے لئے بھی آپ نے کئی گلرز کالج کھولے جن میں مریم کالج آسام میں زیادہ معروف ہے ۔

اس کے علاوہ بدر صاحب رزق کد یمین کے حصول کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں ۔ حلال کمائی کی فضیلت اور تجارت کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اجمل پرفیومز کے نام سے عطر فروشی کا اعلی پیمانہ پر کام شروع کیا اور الحمد للہ آپ کی محنت ، لگن ، جدوجہد رنگ لائی اور آپ کو اس میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی ۔۔آج آپ کا نام ملک کے جانے مانے مسلم تاجروں میں شمار کیا جاتا ہے ۔۔اللہ تعالی نے آپ کے اندر مال کی فراوانی کے باجود سخاوت و دریادلی کی صفت رکھی ہے وگرنہ عام طور سے مال آنے کے بعد آدمی اپنی اوقات بھول جاتا ہے ۔۔رفاہی و سماجی کاموں میں خرچ کرنے میں بھی آپ بہت سے لوگوں سے ممتاز ہیں ۔۔بدر صاحب سیاسی لیڈر ، کامیاب تاجر اور عظیم رہنما ہونے کے باوجود ایک نیک نہاد ، بلند کردار ، متواضع اور باکمال بزرگ بھی ہیں ۔اکابرین کی نسبتوں کے حامل اور ان کے تربیت یافتہ ہیں ۔۔۔شیخ طریقت اور پیر روحانی کی حیثیت سے بھی آپ کی شخصیت حلقہ علماء میں متعارف ہے ۔اصلاح نفس ، تزکیہ باطن اور تعمیر شخصیت کے لئے آپ نے اپنے وقت کے معروف صاحب نسبت بزرگ جانشین شیخ الاسلام امیر الہند فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رح(1928۔2006) سابق صدر جمیعہ علماء ہند مجاز بیعت حضرت رائےپوری رح (1874۔1962)و حضرت شیخ زکریا کاندھلوی رح(1895۔1982) سے تعلق قائم کیا اور ان کے ہاتھ پر سلاسل اربعہ چشتیہ قادریہ ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں بیعت ہو کر منازل سلوک طے کئے ۔۔اپنی پاک بازی ، بلند کرداری اور صلاح و تقوی کی بناء پر بہت جلد حضرت کا اعتماد حاصل کیا اور پھر بعد از تکمیل سلوک آپ کے شیخ مولانا سید اسعد مدنی رح نے آپ کو اجازت بیعت و خلافت سے نواز کر مسند اصلاح و ارشاد پر متمکن فرمایا ۔۔۔مولانا آخر دم تک اپنے شیخ سے وابستہ رہے اور اپنی تمام تر سیاسی ، سماجی اور رفاہی سرگرمیوں میں ان کو سرپرست بنائے رکھا یہاں تک کہ 2006 میں

آپ کے شیخ راہی ملک عدم ہوئے ۔۔۔۔۔شیخ کے انتقال کے بعد آپ نے اُن کے مشن کی تکمیل میں اپنے کو کھپا دیا اور بڑی اہم خدمات انجام دیں اور ہنوز مسلسل مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لئے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں ۔اس وقت مولانا ستر برس کی عمر کے قریب ہونے کے باوجود دینی کاموں میں مشغول ہیں ۔۔اللہ پاک سے دعاء ہے کہ مولانا کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور ان سے ملت کی فلاح کا خوب کام لے اور ان کی تمام شرور و فتن سے حفاظت فرمائے ۔۔

نوٹ ۔۔واضح ہو کہ ان تمام خدمات و مناقب کے باوجود مولانا ایک بشر ہی ہیں ۔۔ بشریت سے نکل کر ملکوتیت کے عہدہ پر فائز نہیں ہوگئے ہیں ۔۔۔

عبدالمالک بلندشہری

28 دسمبر 2018 بروز جمعہ

قسط نمبر 2

عروس البلاد ممبئ سے شہر فکر وفن دیوبند تک

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

ماؤلنکر ہال دہلی میں جمعیت کے عظیم الشان سیمینار کا افتتاحی پروگرام جس میں ملک کی دینی ومذہبی علمی ادبی شخصیات شریک تھیں۔تقریبا سوا دو بجے وقت مقررہ پر مسیحائے ملت حضرت مولانا ارشد مدنی کی پر سوز دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

ہال سے باہر نکلے تو بہت سے رفقاء واہل تعلق سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔خاص طور پر مولانا عرفات اعظمی ابن عارف باللہ مولانا اعجاز احمد اعظمی۔مشہور قلم کار استاذی مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی صاحب خوشگوار ماحول میں ملے۔

شوشل میڈیا کے منفرد اور مشہور گروپ،،**پاسبان علم و ادب**،،کے مؤقر رکن مولانا محمد منصور ابن مفتی منظور صاحب قاسمی قاضی شہر کانپور سے تو یہاں آتے ہی نیاز حاصل ہوا۔

مولانا راقم سے بہت سینیر ہیں' پاسبان کے حوالے سے راہ و رسم ہوئی یہ ان سے دوسری ملاقات تھی لیکن ان کے اخلاق کریمانہ سے کہیں محسوس نہیں ہوا کہ اجنبیت یا تکلف کو کسی مرحلے میں راہ ملی ہو،انھوں نے راستے میں کئ بار فون کرکے یہ پوچھا کہ کہاں تک پہونچے جب تک منزل پر ہم پہونچ نہیں گئے وہ مسلسل خبر گیری کرتے رہے اور دہلی کے پورے قیام میں اپنی رفاقت کا شرف بخشا۔یقینا یہ ان کا بلند اخلاق اور انسانیت نوازی اور مخلصانہ محبت ہے'۔

قلم کی اس رہ گذر میں انصاف واحسان شناسی کا یہ تقاضا ہے کہ قیام دہلی میں ان کا ذکر بار بار آئے ۔

انہیں کے پروگرام کے درمیان چائے نوشی کی لئے باہر نکلے تو علمی و تحقیقی دنیا کی ممتاز شخصیت مولانا ڈاکٹر ظفیر الدین صاحب کا سامنا ہوا۔مولانا بھی ہم سے کئی سال تعلیمی لحاظ سے سینئر ہیں۔بہار کے زرخیز خطے سیوان سے وطنی تعلق ہے، دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کے بعد مسلم یونیورسٹی سے ایم اے کیا اس وقت دہلی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں،۔نستعلیقیت ، سنجیدگی،متانت ،علم کی دھن مطالعہ سے عشق ان کی شناخت ہے'۔تقریبا پندرہ سال بعد ملاقات ہوئی۔

وہی خوبصورت مہتابی چہرہ، وہی مسکراہٹ اور جمالیاتی کرنیں،وہی نستعلیقیت اور خوش پوشاکی، نگاہوں نے شناخت کرنے میں قطعاً دھوکہ نہیں کھایا۔ ہاں وہ مجھے پہچان نہ سکے۔نام بتایا تو بہت گرمجوشی سے ملے بہت پر لطف اور دیر تک ملاقات اور تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ لوح دل پر ان کا نقش پہلے سے قائم تھا اب اس زیارت نے زمانہ طالب علمی کے خوبصورت ماضی کا پورا منظر نامہ نگاہوں کے سامنے لا کر رکھ دیا۔بہت دیر تک پرلطف گفتگو ہوتی رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد انسٹیٹوشن کلب کے گراؤنڈ سے باہر آئے انتظامیہ کی طرف سے بسوں کا نظم تھا اس کے ذریعے جمعیت آفس آئے۔ساتھ میں مولانا عرفات صاحب تھے انہیں کے ساتھ کنوینز سیمینار استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب کی قیام گاہ میں داخل ہوئے نیاز حاصل ہوا دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا،یہیں مولانا اختر امام عادل صاحب بھی فروکش تھے، جو مولانا ابوالحاسن سجاد احمد سے متعلق سیمینار کے کنوینز تھے، بڑی محبت سے ملے۔

یہیں مولانا ڈاکٹر سعود صاحب پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بھی ملاقات ہوئی، تھوڑی دیر بعد کھانا کھایا گیا تقریباً عصر کے وقت جمعیت کی گاڑی سے دریا گنج آئے مندوبین کے قیام کا نظم اسی علاقے کے ایک ہوٹل میں کیا گیا تھا گاڑی ایک بلڈنگ کے گیٹ پر رکی ، athithi نام سے مشہور چار پانچ منزل پر مشتمل یہ ایک گیسٹ ہاؤس ہے'، جو تمام جدید سہولیات سے آراستہ ہے،ریڈنگ ٹیبل،ڈائیننگ ٹیبل، ناشتے کھانے کے مینو پیپر سے لیکر ایل سی ڈی اور گرم پانی تک ساری چیزیں مہیا تھیں ہاں واش روم میں انگلش ٹوائیلیٹ کی وجہ سے خاصا دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ دنیا کی تمام قومیں اپنے تمدن کو قیمتی اثاثہ سمجھتی ہیں وہ اپنے کلچر کو اس قدر محبوب رکھتی ہیں کہ دوسری قوموں کی تہذیب ان پر کوئی اثر نہیں چھوڑ پاتی۔یہ مرض صرف ایشیائی اقوام میں پایا جاتا ہے اور اس حد تک پایا جاتا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں وہ یورپ کی دست نگر اور اس کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہیں'،برصغیر تو اس کی تقلید میں اپنی ترقی کی معراج سمجھتا ہے ملک کے تمام مقامات پر وہ گیسٹ ہاؤس ہو کہ ہاسپٹل، ٹرین ہو کہ اسٹیشن ہر جگہ ماڈرانائزیشن کے خمار میں یورپی کلچر ہی نظر آرہاہے۔

ایڈمیشن کی ابتدائی کارروائی سے گذار کر دو بیڈ پر مشتمل ایک خوبصورت کمرے کی طرف رہنمائی کی گئی، دو دو مہمانوں کو ایک اک کمرے میں متعین کیا گیا تھا۔قیام کے نظم کے لحاظ سے واجب التعظیم مولانا محمود مدنی مدظلہ کا یہ عمل انتہائی ستائش اور تعریف کے قابل ہے کہ انھوں نے مہمانوں کی عزت وسہولت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی،ورنہ تو ایک سیمینار کو تاریخی بنانے،اسے امتیازی شان عطا کرنے،کے لئے

کئی مہینوں پہلے تمام تر تزک و احتشام کی تشہیر،کے باوجود بمبئ شہر جہاں دین وعلم کے نام دولتوں کے دہانے کھل جاتے ہیں،کے مسافر خانے میں ایک ایک ہال میں پندرہ مقالہ نگاروں کو اس حقیر نے قیام کرتے دیکھا ہے'۔ اپنے روم میں آئے تو عصر کی نماز کا وقت نکلا جارہا تھا۔سامان رکھ کر اسی روم میں مولانا عرفات کی اقتداء میں محترم انصار بھائی۔مفتی عطاء اللہ مئوی اور راقم نے نماز ادا کی۔ فراغت کے بعد دوسری منزل پر علمی و تحقیقی دنیا کی انتہائی قدآور شخصیت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کی قیام گاہ پر مولانا عرفات کی معیت میں حاضر ہوئے۔

مولانا کا نام ایک عرصے سے سماعتوں میں گونجتا رہتا تھا۔آج زیارت کا شرف حاصل ہوا، طویل القامت ، صحت مند جسم،روشن چہرہ،آنکھوں پرموٹے فریم کا چشمہ،گفتگو میں بالکل سادگی،اس قدر کہ اندازہ ہی نہیں ہوتاہے کہ بات کرنے والا علم و تحقیق کا سمندر اپنے سینے میں رکھتا ہے'، ان کے ارد گرد متعلقین و مستفیضین کی ایک جماعت تھی۔ہم بھی شریک محفل ہوئے،گفتگو کا محور وہی تلاش و تفحص تحقیق و تدقیق، مولانا کے کارناموں میں حضرت نانوتوی کی کتابوں کی تحقیق و تعلیق انتہائی اہمیت کی حامل ہیں' حجۃ الاسلام کی کتابوں کا پڑھ لینا قدرے آسان ہے'مگر ان کی تفہیم ہر ایک کے بس کا نہیں ہے ان کی کتابیں علوم و معارف کا خزانہ ہیں'مگر ان کی تشریحات کا قابل ذکر کارنامہ مولانائے محترم سے پہلے وجود میں نہیں آیا تھا اب مولانا کی توجہ کے بعد دارالعلوم دیوبند وقف نے اس طرف توجہ دی ہے اس لحاظ سے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ مولانا علوم ناتوتوی کے شارح اور امین ہیں، قرطاس وقلم کے تاجور استاذی و مربی حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی کے بے حد مداح اور قدرداں ہیں ان کے علمی وتربیتی کارناموں کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں،اپنی کتابوں پر

نقد و تبصرہ کے لئے مولانا مرحوم کے پاس ہمیشہ بھیجا کرتے تھے اب مولانا کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا عرفات اور مولانا ضیاء الحق صاحب کے اوپر اپنی شفقتیں نثار کرتے ہیں'۔مولانا نے ہماری امرود اور سیب کے پھلوں اور چائے سے تواضع کی بعدازاں مغرب کی نماز یہیں ان کے ساتھ ادا کی تقریباً ایک گھنٹہ کی اس نفع بخش مجلس کے بعد یہاں سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں آئے ۔حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جسے مولانا عرفات نے ترتیب دیا ہے فرید بک ڈپو کے یہاں زیر طباعت تھا بلکہ چھپ چکا تھا اس کے کچھ نسخے وہاں سے حاصل کرنے کی غرض سے وہاں جانے کا پروگرام تھا اور وہیں دہلی کی شہرہ آفاق شاہجہانی مسجد کی زیارت کا بھی ارادہ تھا،اس مقصد کے تحت چاروں رفقاء پتہ پوچھتے ہوئے بک ڈپو پہونچے معلوم ہوا سارے نسخے انھوں نے بھیج دیا ہے' مولانا عرفات اور مفتی عطاء اللہ تو ہوٹل واپس ہوگئے راقم اپنے رفیق انصار بھائی کے ہمراہ جامع مسجد روانہ ہوگیا دلی میں اب سائیکل رکشہ کم نظر آرہاہے اس جگہ اسی ہیئت کے بیٹری کے رکشوں نے لے لی ہے مسجد کے جنوبی گیٹ سے کچھ فاصلے پر مینا بازار جانےوالی گلی میں ہم اتر گئے۔ جہاں دو رویہ مارکیٹ جگمگا رہی تھی،خریداروں کی بھیڑ سے آمد ورفت محال تھی،اس گلی سے گذرتے ہوئے مشرقی اور مرکزی گیٹ کے سامنے آئے گیٹ کے زیریں حصے میں شاہی دور کی لمبی عمارت جو لال پتھروں سے ہی تعمیر کردہ ہے' صرف ایک منزل پر مشتمل اس عمارت میں دونوں جانب دکانیں ہیں مغل عہد کا یہ بازار آج بھی وقت کی تمام گردشوں کے باوجود خریداروں کی کثرت اور دلکش روشنیوں سے جگمگا رہا ہے شاہی بازار کی سیر کے بعد ہم نے مسجد میں مرکزی گیٹ سے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہ مقفل نظر آیا۔دوبارہ ہم جنوبی دروازے پر آئے۔اس سے پہلے کہ روداد کا سفر آگے بڑھے کچھ ذکر مسجد کی تاریخ کا۔۔۔

جامع مسجد جہاں نما۔

ہندوستان نہیں بلکہ دنیا کی مساجد میں اپنی خوبصورتی وجاہت طرز تعمیر اور عظمت و وسعت کے لحاظ سے یہ مسجد بڑی اہمیت رکھتی ہے'اور مغل فن تعمیر کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے اس مسجد کو پانچویں مغل بادشاہ شہاب الدین محمد خرم ملقب شاہجہاں نے اپنے عہد حکومت میں بنوایا تھا 1650 میں اس کی بنیاد رکھی گئی اور1656 میں پایۂ تکمیل کو پہونچی صرف چار سال کے عرصے میں اتنی بڑی اور بلند وبالا عمارت کا کھڑی
ہوجانا ،عصر حاضر کے تمام جدید وسائل کے باوجود خواب وخیال سا معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جب حکمراں عادل اور رعایا کے تئیں مخلص ہوں تو ہر محال شے ممکن۔اور اس کے برعکس تمام آسانیاں ناممکنات میں داخل ہوجاتی ہیں ۔مسجد انتہائی وسیع وعریض اور بلند وبالا ہے' ہے'اس کی لمبائی 269فٹ اور عرض 90فٹ
ہے'تینوں سمت انتہائی پر شوکت گیٹ ہیں'شمالی دروازے میں داخلے کے لئے 39 جنوبی میں 33اور صدر دروازے میں 35 سیڑھیوں کو عبور کرنا پڑتا ہے مسقف حصہ کے اوپر تین بڑے بڑے گنبد ہیں' درمیان والا گنبد نسبتاً بڑا ہے'یہ گنبد سفید سنگ مرمر سے تعمیر شدہ ہے'،اندر کی دیواروں میں سفید پتھروں پر حیرت انگیز نقاشی کی گئی ہے،شمال اور جنوب میں دو بلند مینار ہیں جن کی اونچائی 135فٹ ہے' صحن کے تینوں اطراف میں برآمدے ہیں جو خوبصورت ستون کے ذریعے محرابوں کی صورت میں ایستادہ ہیں،مشرقی شمال و جنوب کے دونوں کونوں پر سفید سنگ مرمر سے بنے ہوئے گنبد ہیں جو مسجد کے حسن میں بیش بہا اضافہ کرتے ہیں غرض یہ کہ مکمل مسجد شاہجہاں کی حسن طبیعت اعلی ذوق اور حسن تعمیر کا شاہکار ہے۔

رات کی سیاہی دبیز ہوچکی تھی مسجد کے حدود کے باہر بازاروں کی روشنیوں سے فضا جگمگارہی تھی لیکن اس کی دیواریں گنبد مینار کے علاوہ داخلی فضائیں تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھیں، اس ترقی یافتہ دور میں بھی جو لائٹیں نصب تھیں اندھیروں کو دور کرنے کی لئے ہرگز کافی نہیں تھیں۔ تصورات کے ہجوم میں ہم مسجد میں داخل ہوئے صحن کی کھلی فضا میں سرد ہوائیں جسم میں کپکپی طاری کررہی تھیں وضو بناکر عشاء کی نماز ادا کی تھوڑی دیر تک حسرت بھری نگاہوں سے بام و در کو دیکھتے رہے اور ہزار ارمانوں اور نامعلوم کیفیات میں ڈوبے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

لال قلعہ دہلی۔

جامع مسجد کے صدر دروازے کے بالکل سامنے کی گذرگاہ جو پتھروں سے بنی ہوئی ہے سیدھا لال قلعہ کی طرف جاتی ہے جو تقریباً آدھا کلومیٹر کے فاصلے پر مشتمل ہے یہاں سےلال قلعہ کی فصیل پوری آب وتاب کے ساتھ نظر آتی ہے،یہ قلعہ اپنی وسعت خوبصورتی،اور مضبوطی کے اعتبار سے دنیا بھر میں مشہوراور بے نظیر ہے' ہے ہر روز یورپی سیاحوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے مغل فرمانروا شاہ جہاں کے ہی حکم سے 1939 میں اس کی بنیاد رکھی گئی اس کے معمار استاذ احمد وحامد مقرر ہوئے پانچ مہینے تک اس کی بنیادیں کھودی جاتی رہیں نو سال میں اس کی فصیلوں اور محلات کی تعمیر مکمل ہوئی 1648 میں شاہ جہاں نے اسے آکر آباد کیا پوری عمارت سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہے اس کے ہشت پہل شکل کے دوبڑے ضلعوں میں سے ایک جمنا کی سمت میں ہے'دوسرا شہر کی جانب،چھ چھوٹے چھوٹے حصے شمال و جنوب میں ہیں قلعے کا پورا احاطہ ڈیڑھ میل اور فصیل ساٹھ فٹ اونچی ہے۔

خشکی کی طرف فصیل کے نیچے خندقوں کے سلسلے ہیں'، دو سر بفلک دروازے ہیں'جن پر بڑے بڑے برج ہیں'ایک مغربی دیوار کے بیچ میں ہے'دوسرا قلعہ کی جنوبی دیوار میں ہے' دو چھوٹے دروازے ہیں'ایک دریا کی طرف جو خضری دروازہ کہلاتا ہے دوسرا ترکی جو سلیم گڑھ کی طرف ہے' صدر دروازہ جو مغربی دیوار کے درمیان ہے'وہ لاہوری کہلاتا ہے اس کی بلندی 41فٹ چوڑائی 24فٹ ہے' یہ سہ منزلہ ہے'اس دروازے کے سامنے ایک اوٹ ہے'جس پر اب وزراء اعظم یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کے موقع پر قوم سے خطاب کرتے ہیں عالم گیر اورنگزیب نے بنوایا تھا۔کہا جاتا ہے اس دروازے سے دیوان عام اوردیوان خاص نیز چاندنی چوک تک کوئی چیز پوشیدہ نہیں تھی اور جس وقت شاہان وقت تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتے تھے تو ان کے احترام میں لمبے فاصلے سے ہی دیگر امرا ووزرا کو سواری سے اترنا پڑتا تھا،اس تکلف کو ختم کرنے کے لئے سلطان اورنگزیب نے گھوگس بنواکر گیٹ کو باپردہ کردیا اور بائیں جانب ایک دروازہ تعمیر کرا دیا شاہ جہاں نے اس ترمیم پر اپنے خط میں لکھا کہ،،تم نے دروازے کو دلہن کی شکل دے دی ہے'(مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے ص116،سید صباح الدین عبدالرحمن) قلعہ کے اندر مختلف نوعیتوں کی بے شمار عمارتیں تھیں 1857 میں انگریزوں نے اسی فیصد عمارتوں کو مسمار کرڈالا لارڈ کیننگ کے روکنے کی وجہ سے موجودہ عمارتیں محفوظ رہ گئی ہیں جن میں دیوان عام،دیوان خاص جس میں دنیا کا سب سے وسیع وعریض اور قیمتی تخت، تخت طاؤس، نصب تھا، رنگ محل،شاہ برج جس سے نہر بہشت جاری ہوکر حمام میں جاتی تھی بیگم محل، تسبیح خانہ،اور اورنگزیب کی بنوائی ہوئی موتی مسجد خاص طور سے قابل ذکر ہیں اس مسجد کی خوبصورتی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آثار الصنادید میں سر سید نے لکھا ہے کہ فن تعمیر کی ندرت،نقاشی وفنکاری میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے،،

جامع مسجد کے سامنے سے قلعہ کی طرف جانے والی شاہی رہ گذر پر چلتے ہوئے موجودہ دور کی وہ وسیع شاہ راہ ان دونوں عمارتوں کے لئے حد فاصل ہے' پار کر کے قلعے کی حدود میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ اس وقت بند ہوچکا ہے۔ قلعہ کی فضائیں تاریکیوں میں غرق تھیں فصیلوں پر تھوڑے فاصلے پر بلب روشن تھے جو اندھیروں کو شکست دینے میں ناکام تھے، عظمت رفتہ کے خونچکاں مناظر ذہن کے پردوں پر رقص کررہے تھے مغل تاجداروں کی سطوت جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں پوری تابانیوں کے ساتھ اس مشاہدے کے وقت گردش کرنے لگیں، بہت دیر تک ہم وہیں ماضی کی سرنگوں میں گم ان فصیلوں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے رہے جو اپنے روشن عروج، عظمت ورفعت، تباہی وبربادی،
معماران ملک کے ناخلف جانشینوں کی ناعاقبت اندیشی اور سیاسی بصیرت سے محروم عیاش حکمرانوں کی روح فرسا داستان سنا رہی تھیں،کافی دیر کے بعد ہم ارمانوں کے جنازے کے ساتھ بوجھل قدموں سے وہاں سے رخصت ہوئے کچھ فاصلوں کو پیدل طے کرکے بذریعہ رکشہ قیام گاہ آئے مولانا عرفات صاحب منتظر تھے روم میں کھانا منگوایا گیا مولانا عرفات صاحب کو اوکھلا جانا تھا کھانے سے فارغ ہو کر باہر آئے ایک آٹو کرکے وہ اوکھلا چلے گئے ان کے ایک عزیز شدت سے وہاں منتظر تھے میں روم میں آیا جسم بالکل تھک چکا تھا کپڑے وغیرہ بدل کر بیڈ پر دراز ہوگیا ساڑھے دس ہو چکے تھے بارہ بجے دستک ہوئی دروازہ کھولا تو مولانا محامد ہلال صاحب سامنے کھڑے تھے معلوم ہوا انھیں ابھی تک کوئی روم الاٹ نہیں ہوا ہے' انہیں نیچے لے جاکر ذمہ دارسے ملاقات کرایا اور پھر یہ مسئلہ حل ہوا،کمرے میں سردی کا احساس بالکل نہیں تھا اس لیے سکون سے سوگئے صبح فجر کی نماز بعد غسل وغیرہ سے فارغ ہوئے تو آٹھ بج چکا تھا مولانا عطاء اللہ صاحب آئے تھوڑی دیر میں ہم سامان وغیرہ لے کر

نیچے آئے تو زیریں ہال میں ناشتے کا پر تکلف نظم تھا خود سے ٹیبل پر حسب ضرورت لے کر کھانے کا سسٹم تھا ناشتے ہی کے دوران مولانا اجمل صاحب مرادآباد ممبر پاسبان سے ملاقات ہوئی ان کے ساتھ چائے نوشی ہوتی رہی فارغ ہونے کے بعد ہوٹل کے باہر گاڑی لگی تھی نو بجے سیمینار کی تیسری نشست تھی اس لیے سارے لوگ اب روانہ ہورہے تھے مفتی عطاء اللہ صاحب جاچکے تھے راقم اپنے رفیق سفر انصار بھائی کے ہمراہ جمعیت کی گاڑی میں بیٹھ کر سیمینار ہال آیا

پروگرام شروع ہو چکا تھا پیچھے ایک کرسی پر ہم دونوں بیٹھ گئے مختلف پہلوؤں پر مقالے پڑھے گئے

گیارہ بجے چائے کا وقفہ ہوا ہال کے باہر منتظمین کی جانب سے چائے کا نظم تھا پندرہ بیس منٹ کے بعد مقالہ خوانی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا مگر اب صرف تین منٹ دیا جارہا تھا یہ بھی ایک عجیب امتحان تھا کہ تین منٹ میں آدمی کیا خلاصہ پیش کرے۔ مقالہ نگاروں کو لازما سات سے آٹھ منٹ کا وقت ملنا چاہیے تاکہ نہ وہ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کہ کیا پڑھے کیا نہ پڑھے نہ ہی سامعین اکتاہٹ کا شکار ہو۔اس نظام پر اس لیے عمل نہیں ہوپاتا ہے'کہ کچھ اکابرین کو تاثرات کے لئے جب بلایا جاتا ہے تووہ غیر شعوری طور پر اس کا لحاظ نہیں کر پاتے کہ ابھی مقالہ نگاروں کی ایک لمبی فہرست ہے۔

وقفہ کے بعد ہمارا نام بھی پکارا گیا اسٹیج پر حاضر ہوئے ڈائس پر کھڑے ہوکر کیا پڑھا اور کیا کہا کچھ

یاد نہیں۔ ساڑھے بارہ بجے سیمینار ہال سے نکل کر ہم پھر آٹو کے ذریعے دریاگنج قلعہ کے احاطے میں پہونچے لیکن آج اتوار کی وجہ سے اس قدر بھیڑ تھی کہ دوگھنٹے سے پہلے ٹکٹ ملنے کا کوئی سوال نہیں تھا ایک تو ڈھائی تین سو میٹر کی دولائنیں

اور ٹکٹ دینے والوں میں آخری حد تک سستی اور تاخیر،اس لئے گھنٹہ بھر قلعہ کی فصیلوں کے نیچے چہل قدمی کرتے ہوئے اس منظر سے لطف اندوز ہوتے رہے جس میں محسوس ہورہا تھا کہ آفتاب کی کرنیں فصیلوں کے کنگروں کو بوسے دے رہی ہیں'پورا قلعہ سورج کی نقرئی شعاعوں میں اس طرح نہایا ہوا لگ رہا تھا جیسے چودھویں رات میں چاندنی جھیل کے پانی میں نہانے کے لئے اتری ہو۔

ڈیڑھ بج چکے تھے تین بج کر بیس منٹ پر دیوبند کی ٹرین تھی اس لئے وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر وہاں سے رکشے کے ذریعے دوبجے دفتر پہونچے مولانا منصور صاحب منتظر تھے ان کی رہنمائی میں کھانا کھایا ڈھائی بجے مولانا ضیاء الحق خیر آبادی سے ملاقات کرکے سامان وغیرہ لے کر آفس سے باہر آئے مولانا منصور صاحب نے آٹو بلا کر اس پر بٹھادیا اور ان کی خوشگوار یادیں لے کر ہم دو لوگوں کا قافلہ نئی دلی ریلوے اسٹیشن روانہ ہو گیا-------------------------------جاری

مفتی شرف الدین کے سفر نامہ پر تبصرہ

بقلم :- مولانا محمد یعقوب اعظمی

ماشاء اللہ ۔

آپ نے سفر نامہ میں تاریخی پہلو کو اتنے سلیقہ سے ذکر کیا ہے مغل بادشاہوں کی عظمت، تعمیر ہند میں ان کا جلی کردار ایک ایک سطر سے نمایاں ہے۔

چند دن پہلے ملیشیا سے ایک چائنیز جس سے صبح تفریح کے وقت اکثر ملاقات ہوتی ہے، سیاحت کے لئے ہندوستان گیا، واپسی پر میں نے تاثرات معلوم کیے تو جواب ملا " سو ڈرٹی اینڈ ویری نوائزی بٹ فوڈ آر ویري ویری ڈلیشس "مجھے معلوم تھا یہ تاثر ہندوستان آنے والے ہر سیاح کا ہوتا ہے، پلٹ کر تہذیب وثقافت کے حوالے سے معلوم کیا تو اس کا جواب ماضی کی ایسی دبیز تہوں کو کھول گیا کہ دل اسلامی عظمت رفتہ کو یاد کرکے خون کے آنسو رونے لگا۔ جواب تھا "انڈیا کا اینڈ یعنی خاتمہ نہیں ہوسکتا انڈیا نے ہزار سال پہلے جو عمارتیں کھڑی کردیں اس کا ہم آج تک تصور نہیں کرسکتے یہ عمارتیں اس وقت کی ہیں جب ملیشیا کے لوگ صحراؤں میں بسا کرتے تھے اور درختوں پر سوتے تھے " کہنے والے نے یہ بات کہی اور اپنی راہ لی میں خیالوں میں گم یہ سوچتا رہا یہ اس وقت کی بات ہے جب ہندوستان جوان تھا اور اس کی رگوں میں مغلوں کا خون تھا آج بوڑھا ہوچکا اور راج بھی مودی یوگی جیسوں کا ہے ۔

خدا عظمت رفتہ کے ان نقوش کو سلامت رکھے۔۔ ورنہ انھیں سلاطین کی قربانیوں کو کھرچ کھرچ کر مٹایا جارہا ہے جس نے چمن سجایا وہی لٹیرا ٹھہرا جس نے آباد کیا اور لٹیرے باغباں بن بیٹھے ۔

دعا ہیکہ اللہ تعالی ،
قلم وقرطاس کے امین مفتی شرف الدین عظیم کو مزید ترقیات سے نوازے ۔ آمین

محمد یعقوب اعظمی۔

رسالہ ھذا پر اہل پاسبان کے تبصرے

بقلم :- پاسبانی احباب

"پاسبانی دسترخوان" کا نام بدل کر **"پاسبانی تراشے"** رکھدیا گیا ہے

یہ ماہانہ رسالہ پاسبان علم و ادب کے تراشوں کو جمع کرکے برقی شائع کیا جاتا ہے

اس پر چند پاسبانی احباب کے تبصرے درج ذیل ہے

مولانا شفیق قاسمی اعظمی
مؤسس پاسبان علم و ادب

حافظ مسعود اعجازی صاحب کی پاسبان کے لئے بہت ساری خدمات ہیں اسے سنوارنے اور نکھارنے میں بھرپور دلچسپی لے رہیے ہیں
جزاہ اللہ خیرا

حافظ مسعود اعجازی صاحب سے درخواست ہے کہ ،،پاسبانی دسترخوان،، سے متعلق تبصروں کو بھی اگلے دسترخوان میں سجائیں

مولانا خالد قاسمی اعظمی

حافظ مسعود اعجازی اورنگ آبادی صاحب ماشاء اللہ موبائل کے ایکسپرٹ ہیں. وہ سارا کام موبائل ہی کے ذریعہ انجام دے رہے ہیں.
پھر بھی وہ جو کام پاسبان کیلئے پاسبانی دسترخوان کے نام سے انجام دے رہے ہیں نہایت جانفشانی کا کام ہے. یہ پاسبان علم و ادب سے ان کی حد درجہ محبت اور تعلق کی علامت ہے.
ان کی اس عظیم الشان خدمت پر ہم ان کے دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہیں.. دعا ہے اللہ تعالیٰ پاسبان سے ان کے تعلق کو تادیر قائم رکھے اور ان کی خدمت کو قبول فرمائے..

ڈاکٹر ارشد قاسمی صاحب

پاسبانی دسترخوان کے مرتب مولانا مسعود اعجازی صاحب نے جس عرق ریزی و دیدہ دری کے ساتھ ان بکھرے تراشوں کو یکجا کیا ہے اور اسے دستاویز بنانے کی کوشش کی ہے وہ انکی مثبت سوچ اور تعمیری فکر کی غماز ہے اللہ انکی اس گراں قدر کوشش کا شایانِ شان بدلہ دے ہم پوری پاسبان فیملی کی جانب سے انکے بے انتہا شکر گزار ہیں مولانا مسعود اعجازی کے اس طریقۂ کار اور ہر پوسٹ پر عمیق نظر سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے ۔ کہ ہمیں آبشاروں کے مانند ہونا چاہئے جو روح کو سرشار تو کرتے ہی ہیں اور اپنی ترنم ریزیوں سے طمانینتِ قلب کا سبب تو بنتے ہی ہیں ساتھ ساتھ کسی سے الجھے بغیر اپنا راستہ خود بنا لیتے ہیں ۔

مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی

ماشاءاللہ!

حافظ مسعود صاحب بڑا بڑھیا کام کر رہے ہیں۔ وہ پاسبان کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ انہیں مزید توفیق دیتا رہے۔

مسعود صاحب سے درخواست ہے کہ بڑا مضمون، اسی طرح نظمیں شریکِ اشاعت کرنے سے پہلے ایک نظر صاحبِ تحریر کو دکھا دیا کریں، تاکہ غلطیوں کی گنجائش کم از کم رہے۔

مولانا یعقوب قاسمی ملیشیا

مولانا مسعود اعجازی صاحب کی یہ دلآویز کوشش بہت عمدہ اور مفید ہے۔
رب کریم موصوف کو دینی ودنیاوی ترقیات سے نوازے گروپ کے بکھرے موتیوں کو کتنے سلیقے سے ایک خوبصورت لڑی میں پرو دیا ہے اس پر بہت بہت مبارک باد کے مستحق ۔
اللہ اس سلسلے کو باقی رکھے اور ہم خوشہ چینوں کو پاسبانی دسترخوان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے۔

مولانا پھول حسن صاحب

یار مسعود اعجازی صاحب!
آپ نے تو لوٹ لیا!
کمال کے ہنر رکھتے ہیں آپ
پاسباں سے محبت کے اس انوکھے اور خوبصورت اظہار کے سامنے سارے پاسبانی دل ہار بیٹھے ۔
جزاک اللہ خیرا

مولانا عبد الرحمن اعظمی

ماشاءاللہ بہترین علمی دسترخوان ہے اللہ پاک حافظ مسعود اعجازی صاحب کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔

مولانا صادق قاسمی خیرآبادی

ماشاء اللہ بہت خوب
حافظ مسعود صاحب کی مخلصانہ عظیم والیبلی خوشنما کاوش پر صدہا مبارکباد

مولانا سعد اللہ صاحب

خوب دسترخوان سجایا
مبارک باد اس کے مرتبین اور حصہ لینے والوں کو.

حافظ محمد خطیب اعظمی

ماشاءاللہ...
بہت اچھے ڈھنگ سے ایک علمی تحریری ذخیرے کو یکجا کیا گیا ہے جسکے لئے مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں.
پاسبانی دسترخوان میں تھوڑی سی تبدیلی کرکے مرتب صاحب کیوں نا.... اسے " پاسبانی دسترخوان کے فواکہات " بنادیں؟
یہ ایک رائے ہے.

مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

حافظ مسعود اعجازی صاحب پاسبان علم و ادب کے سرگرم اور فعال ممبر ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے میڈیا ٹیکنیک کے حوالےسے بہت اچھی درک عطا فرمائی ہے
جس کو مثبت اور نفع بخش سمت میں بروئے کار لاتے ہیں
پاسبانی دسترخوان اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے'۔

ایک رسالہ کی شکل میں انہوں نے قلم کاروں کے قیمتی تراشے کو جمع کردیا ہے۔
جس کی وجہ سے وہ تحریریں محفوظ ہوگئی ہیں
اللہ تعالیٰ اس قابلِ قدر عمل کے نتیجے میں انہیں دنیا وآخرت میں بہترین بدلہ عنایت فرمائیں

مولانا شفیع اعظمی

زبردست ۔۔۔اس کارہائے نادرہ پر مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں اللہ تعالی اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے آمین

مفتی محمد ارشد صاحب

بلاشبہ حافظ مسعود اعجازی کی یہ خدمت انتہائی گراں قدر اور قابل ستائش ہے۔
انہوں نے تصور سے بالاتر محنت کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور پوری امت بطور خاص پاسبان کے لئے مفید کام کرنے پر ثابت قدم رکھے

مولانا عادل عظیم قاسمی

پاسبانی دسترخوان کے مرتب مولانا مسعود اعجازی صاحب نے جس جاں فشانی اور محنت ومشقت سے ادبی شہ پارے، علمی نکات اور انمول موتی کو جمع وترتیب دیا ہے یہ ان کی مثبت فکر اور تعمیر حیات کی انوکھی مثال ہے ۔
سلیقہ شعار، باہنر،ذہین وفطین بھی ہیں
اللہ رب العزت ان کو جہان کی خوشیاں،دارین کی سعادت نصیب فرمائے۔
ساتھ ساتھ پاسبانی علماء کرام اور مفتیان عظام کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ جن کے مفید گفتگو اور علمی مباحث سے بندہ ہر وقت استفادہ کرتا رہتا ہے
اللہ تمام پاسبانیوں کو ترقیات سے نوازے

مولانا عبدالمالک بلند شہری

ماشاء اللہ ۔۔بڑی عمدہ کاوش ۔۔۔آپ نے اتنی محنت کر کے نوع بنوع علمی فواکہات کو پاسبانی دسترخوان پر جمع کردیا ہے ۔آپ کی اس کوشش سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں گے ۔۔۔یقینا یہ آپ کے جذبہ نفع رسانی کی بین دلیل ہے ۔۔اللہ پاک آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔۔آمین ۔۔

اجتماعی ذمہ داری کے لیے تقوی کے ساتھ انتظامی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے

بقلم :- مولانا محمد اشرف علی محمد پور اعظم گڑھ

کسی بھی اجتماعی کام کے ذمہ دار میں صرف اخلاق کی بلندی یا تقوی کا ہونا کافی نہیں ہے؛ بل کہ انتظامی صلاحیت کا ہونا اس سے پہلے ضروری ہے، ایک اچھا مدرس ایک کامیاب مہتمم ہو ضروری نہیں ہے، ایک اچھا پیر و مرشد کسی حکومت کا کامیاب سربراہ ہو ضروری نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عہدیداروں کے انتخاب میں دیانت کے ساتھ انتظامی صلاحیت کا بھی خاص خیال رکھتے تھے؛اگر کسی میں مطلوبہ صلاحیت کا فقدان ہوتا حالاں کہ وہ تدین وتقوی میں بہت بڑھا ہوتا تو اس کے مقابلے میں ایسے شخص کو ترجیح دیتے جو اجتماعی کام کی صلاحیت زیادہ رکھتا ہو خواہ زہد و عبادت میں اس کا مقام و مرتبہ پہلے جیسا نہ ہو _ (الفاروق)

بعض لوگ شخصیات کی ذاتی خوبیوں کو بسا اوقات اداروں کی ذمہ داریوں کے مرادف سمجھنے لگتے ہیں۔

ٹھنڈی

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی الآعظمی

اچانک خیال آیا، عصر پڑھتے ہی گاڑی پر سوار ھوا اور نکل پڑا ، آبادی سے باہر گاڑی سرپٹ دوڑ تی ، سنسناتی بل کھاتی اور فضا میں منتشر ، بکھرے ہوے ریت کے درمیان راستہ طے کرتی رھی ، میں اسی ہلکے ریتیلے طوفان ، خفیف سی خنک آمیز ھواوں میں پر لطف گذر گاہوں سے گزر تے ہوے ابوظبی سے تقریبا ڈیڑھ سو کیلو میٹر العین سٹی کے قریب پہونچا تو سرد اور برف آمیز ہواوں نے استقبال کیا ،جسم پر خفیف اور ہلکا سا لباس ٹھنڈ ھواوں کا دفاع نہ کرسکا اور پورے وجود پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی ، اس دن واپسی کے لئے ہمت نے جواب دیدیا، بات سے بات چلی ، کام ہوا ، رات ہوئی اور نیند نے اپنی آغوش میں لیکر سکون و راحت کی تھپکی دی اور میں بے خبر ہوکر دوسروں کے سکون و راحت کو اپنے خراٹے سے غارت کرتے ھوے رات گزاری،سورج نے بادلوں کی سیکورٹی کے باوجود اپنے چہرے سے نقاب ہٹاکر دیدار کرایا ، اس کے دیدار سے جسم و جاں اور آنکھوں کو سکون بخش رہا تھا کہ چاے بیچ میں حائل ہوگئی ، چاے کے دوران آفس کے ضروری معاملات نمٹا کر واپسی کی راہ لی ، جب ابوظبی پہونچا تو دیکھا کہ ٹھنڈی بھی پیچھا کرتے ہوے یہاں تک آگئی گھر پہونچتے ھی گرم اور کڑک چاے سے ٹھنڈ کو گرم کرنے لگا لیکن العین کی ٹھنڈی نے ابوظبی کا راستہ دیکھ لیا اب جانے کا نام ھی نہیں لے رہی ھے ۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

زندگی موت کے سائے میں پرورش پاتی ہے،اس کی نشوونما،اس کی ترقیاں،اس کے منصوبے،اس کی پلاننگ،اس کے روز وشب میں نمودار ہونے والے ہنگامے سب اسی اجل کے دائرے میں محصور ہوتے ہیں۔

زندگی نمودار ہوتی ہے،ابھرتی ہے'، شاہ راہ حیات کےروشن اور تاریک نشیب و فراز سے گذرتی ہے، اور پھر موت کے ہنگاموں میں روپوش ہو جاتی ہے،

کسی مقصد سے بے نیاز ، کسی کارنامے سے بے پروا،ایک بے نام سی رہگذر پر ظاہر ہوتی ہے،اور پانی کے بلبلے کی طرح فنا ہو جاتی ہے،اس کے سفر میں نہ کوئی شناخت ہوتی ہے نہ معرفت،نہ دین کی خبر ہوتی ہے نہ مقصدیت سے شناسائی، انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتاہے کہ اس کارگہِ عالم میں انہیں کیوں لایا گیا اور کیوں اس امانت سے محروم کیا گیا۔۔۔

لیکن اسی عالم رنگ و بو میں کچھ وجود ایسے بھی ہوتے ہیں جو خاموشی کے ساتھ آنکھیں کھولتے ہیں مگر حیات کے اس سفر میں اپنی خداداد صلاحیتوں،فطری استعدادوں،بے پناہ مشقتوں، مسلسل قربانیوں اور مستقل جاں فشانیوں سے کارناموں کا ایک جہاں آباد کر جاتے ہیں، قدم قدم پر روشنی کا مینار کھڑا کر دیتے ہیں،ان کا ہر نقش قدم آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ہوتا ہے،وہ اپنے تعمیری جذبات،

اور لافانی خدمات کے لہو سے صحرا کو گلزار کردیتے ہیں،وہ بے مایہ ذروں کی ایسی پرورش کرتے ہیں کہ انہیں آفتاب کی زندگی مل جاتی ہے،نتیجتا ان کے افکار و خیالات،تعلیمات وخدمات کے باعث نہ صرف ان کا وجود بلکہ ارد کا ماحول،اورمعاشرہ بھی روشن ہوجاتاہے۔

ملت اسلامیہ ہند عظیم رہنما،بصیرت مندانہ فکر کے حامل،سرمایہ ملت کے نگہبان،علم وادب کے قابل فخر پاسبان،تعلیمات نبوی کے بے باک ترجمان ، دیدہ ور محقق ونقاد ،اردو وعربی ادب کے تاجور مولانا واضح رشید ندوی انہیں عہدساز اور نابغہ روزگار ہستیوں

میں تھے،جو وقت کے قرطاس پر جا بہ جا تاریخ رقم کرجاتے ہیں،زمانہ ان کے نقش قدم کی پیروی میں سعادت تصور کرتا ہے،

مولانا واضح رشید ندوی نے یقیناً جس ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں،

جس فضا میں ان کی پرورش و پرداخت ہوئی تھی وہ

ماحول سنت نبوی کی شعا سے جگمگا رہا تھا،درویشانہ مزاج کی خوشبو ہرسو پھیلی ہوئی تھی، فکر و فن کے زمزموں سے پوری فضا گونج رہی تھی،علم وادب کے ساتھ ساتھ فقیرانہ شان کی حکمرانی تھی، فضل و کمال اور قلندرانہ شان کی علامت ،برادر اکبر مولانا رابع حسنی ندوی کی تربیت کا سائبان حاصل تھا، علی میاں ندوی جیسے جبال العلم اور درویش وقت کا سایۂ عاطفت و تربیت میسر تھا، جو شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں یقینا

سنگ میل ثابت ہوا تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ زندگی کو علمی ادبی تربیتی عروج میں،
وجود کی روشنی میں، قائدانہ شعور میں، تاریخی شعور کی پختگی اور کرداروں کی بلندی میں، آپ کی جہد مسلسل، آپ کی فکر وتڑپ، آپ کے بامقصد
جذبات، اور عزم و ہمت کے سرمائے، اور استقامت و استقلال کا خاصا نہیں بلکہ بنیادی دخل ہے۔ انہیں اثاثوں کی بنیاد پر آپ نے عام افراد کی طرح زندگی کا سفر شروع کیا۔ مگر جب عدم کے سفر پر روانہ ہوئے تو ایک عالم کو سوگوار کر گئے، علم کی محفلوں کو سونی کر گئے، صرف ندوہ نہیں بلکہ اسلامی علوم کی تمام دانشگاہوں کے بام و در پر اداسی چھا گئی، خانقاہوں میں ماتمی سائے پھیل گئے، قلم و قرطاس کی دنیا میں غل ہوا کہ ایک تابناک ستارہ علمی افق سے ٹوٹ کر تاریکیوں میں گم ہو گیا۔

16 جنوری کی سیاہ رات جب رخت سفر باندھ رہی تھی کسے خبر تھی کہ علمی وفکری آسمان کا وہ ستارہ بھی اپنی تاریک زنبیل میں چھپا کر رخصت ہو جائے گی اور سحر کی سفیدی کو بے نور کر جائے گی۔ قدرت کا نظام ہے کہ ہر آنے والے کو ایک نہ ایک دن جانا ہے

حضرت مولانا بھی ایمان و عمل کے سرمائے کے ساتھ رخصت ہو گئے، مگر اس طرح کہ پوری علمی دنیا کو اشک بار کر گئے اور ایک کامیاب اور قابل رشک زندگی کی یہی علامت ہے کہ وہ دنیا والوں کے دلوں میں اپنے کرداروں کی بدولت اس طرح گھر کر جائے کہ اس کی جدائی ہر طرف ماتمی کیفیت پیدا کر جائے۔

حضرت مولانا واضح رشید ندوی صاحب روشن ضمیر مفکر،بصیرت مند اسلامی اسکالر، نامور اردو وعربی کے ادیب وانشا پرداز ،فیض رساں مدرس مربی، بے باک وجرات مند صحافی، اور درجنوں کتابوں کے مصنف تھے،ابتدائی تعلیم رائے بریلی وطن مالوف میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم کی تکمیل آپ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ سے کی بعد ازاں علی گڈھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اکتساب فیض کیا،اردو انگریزی عربی تینوں زبانوں پر قدرت نہیں بلکہ مہارت تھی یہی وجہ تھی کہ رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد آل انڈیا ریڈیو میں بحیثیت مترجم آپ کا سلیکشن ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی صلاحیتوں کے باعث ندوۃ العلماء میں تقرر ہوا ،اس مرکزی ادارے میں آپ کی تدریسی اور تربیتی خدمات کے ساتھ ساتھ، قلم کا سفر بھی جاری رہا، عربی مجلہ الرائد اور پندرہ روزہ تعمیر حیات،،کے صفحات کے ذریعے اردو عربی میں بے شمار مضامین منظر عام پر آئے اور علمی وادبی زلفوں کو سنوارنے کا یہ عمل زندگی کے آخری مرحلے تک جاری رہا،ان مضامین میں موضوعات کے تنوع کی ایک دنیا نظر آتی ہے، جن میں ادبی بھی ہیں'، تاریخی بھی، اصلاحی بھی ہیں' دعوتی بھی، تحقیقی بھی ہیں'اور ملکی و عالمی حالات حاضرہ پر بھی،

آپ کی تحریریں عموماً دعوتی اسلوب کی حامل ہوتی ہیں، ان میں جہاں اسلامی تعلیمات،اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترجمانی محسوس ہوتی ہے،وہیں مغربی تہذیب و تمدن اس کی غیر انسانی معاشرت پر بے باکانہ نقد و جرح کا رنگ بھی نظر آتا ہے، اس کے علاوہ احسان وتزکیہ کے حوالے سے ان کی تحریروں نے اصلاحات کا انقلاب آفریں کارنامہ انجام دیا ہے'، درجنوں کتابیں ان کے قلم سے منصہ شہود پر آئیں

اور علمی دنیا میں مقبولیت کے مقام پر پہونچیں،جن میں خاص طور پر، محسن انسانیت،سلطان ٹیپو شہیدایک تاریخ ساز قائد،،مسئلہ فلسطین،ندوۃ العلماء ایک رہنما تعلیمی مرکز اور تحریک اصلاح و دعوت،

عربی کتابوں میں ادب الصحوۃ الاسلامیہ۔الدعوۃ الاسلامی و مناہجہا فی الھند، حرکت التعلیمی الاسلامی فی الھند وتطور المنہج، الامام أحمد بن عرفان شہید، المسحۃ الادبیہ فی کتابات الشیخ ابی حسن علی ندوی وغیرہ قابل ذکر ہیں ان کی علمی و ادبی خدمات پر صدر جمہوریہ ہند کے ایوارڈ سے نوازا گیا،

مولانا مرحوم سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے،کچھ فطری خلوت پسندی خمیر میں شامل تھی،کچھ احسان وتزکیہ کے جام معرفت نے آپ کے وجود کو شہرت وناموری سے بیزار کرڈالا،وہ علم و ادب کے آدمی تھے،یہی ان کا قیمتی سرمایہ تھا،یہی ان کی غذا تھی، وہ خاموشی کے ساتھ علم و ادب کی پرورش میں مصروف تھے، نہ شہرت کی طلب نہ ستائش کی پروا، بس خاموش فضا میں اپنے کام سے کام،
فکر و فن کے ہفت اقلیم کی حکمرانی کے باوجود تواضع،انکساری ، خردوں کی حوصلہ افزائی، اخلاص وللّٰہیت اور کسر نفسی وفنائیت کی مثال اس دور میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے،

اس عالم فنا سے بقا کی طرف ہر شخص کو جانا ہے،مولانا مرحوم بھی حیات مستعار کا متعین حصہ گذار کر اس جہان کی طرف رخصت ہو گئے جہاں سے واپسی کے راستے ہر ایک کے لئے بند ہیں،

مگر اپنے روشن کارناموں،اور زریں خدمات کی بدولت اپنے وجود کو زندگی وہ روشنی عطا کرگئے،جو ہزاروں شاگردوں،بے شمار علمی ادبی اصلاحی صفحات اور سیکڑوں مسترشدوں کی صورت میں شمع کی مانند بے شمار قلوب میں اس طرح فروزاں ہے کہ وقت کی تیرگی کو اس کے خلاف صف آراء ہونے کی جرات نہیں ہے ، باد مخالف کے جھونکے اس کی لو پر اثر انداز نہیں ہوسکتے، طوفانوں کا سیلاب جس کی شعاعوں کے آگے سپر انداز ہوجاتاہے، جس کی کرنیں متلاشیان علم و ادب کے لئے ہر دور میں سنگ میل کا کا م دیتی رہیں گی، ذرۂ بے مقدار اس سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں گے،
فیضان عام سے ہرسو اجالا کرنے والی اسی روشنی کا نام دوام ہے'جو مولانا مرحوم کو یقیناً حاصل ہے' ، اسی زریں وصف کا نام نقش و ثبات ہے' جو تمام جمالیاتی اوصاف کے ساتھ مولانا کی ذات کو سرمایہ جاودانی عطا کرتے ہیں۔ بقول اقبال،

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے----------------
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے'

شرف الدین عظیم قاسمی الا عظمی
امام وخطیب مسجد انوار شواجی نگر ممبئی